رسالہ جامع الشواہد فی دخول غیر المسلم فی المساجد

# فہرست فصول و مطالب


تمہید ... ۱-۲

فصل اول، مسجد نبوی مین غیر مسلمون کا داخل ہونا ... ۳

〃 دوم، واقعہ وفد نجران ... ۳-۵

〃 سوم، واقعہ وفد ثقیف ... ۵-۱۰

〃 چہارم، مسلمانون کا طرز عمل اور اس کے نتائج ... ۱۰

〃 پنجم، وفد ثقیف کے قیام فی المسجد کی تعلیل ... ۱۱-۱۳

〃 ششم، اسلام کی دینی عمارت صرف مسجد ہے ... ۱۳-۱۴

〃 ہفتم، خدا کی ساری زمین اسلام کے لیے مسجد ہے ... ۱۴

〃 ہشتم، ثمامہ بن آثال کا واقعہ ... ۱۵-۱۶

〃 نہم، عامہ مجتہدین اور احناف کی رائین ... ۱۶-۱۷

〃 دہم، تشریح آیۂ انما المشرکون نجسٌ، مذہب احناف اور مسلمانون کا عمل مستمر ۱۷-۲۴

〃 یازدہم، امام شافعی کا مذہب اور صاحب ہدایہ کا تسامح ... ۲۴-۲۹

〃 دوازدہم، مسجدون مین غیر مسلمون کا داخلہ مقید ہے یا غیر مقید ... ۲۹-۳۱

〃 سیزدہم، ایک غلط استنباط ... ۳۱-۳۳

〃 چہاردہم، ہندوستان کے ہندو کس قسم کے غیر مسلم ہین ... ۳۳-۳۶

〃 پانزدہم، حضرت عمر بن عبد العزیز کا ایک فرمان ... ۳۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ۔ بعض اخبارات نے مسلمانان دہلی و کلکتہ کے اس طرز عمل کو شرعاً ناجائز قرار دیا ہی کہ مسجدون کی مجالس مین ہندوؤن کو بھی شریک کیا گیا، اور تقریر کرنے کی اجازت دی گئی، دہلی کے مسلمان سب سے زیادہ نشانۂ ملامت ہین کہ انہون نے سوامی شردھانند سے جامع مسجد مین تقریر کرائی۔ اِن اخبارات نے اس عمل کو نہ صرف ناجائز بتلایا ہی، بلکہ ایک سخت فتنہ و بدعۃ سے تعبیر کیا ہی اور لکھا ہی کہ مساجد کی توہین کی گئی، اور اسلامی عبادت گاہ کے احترام کا کچھ لحاظ نہین کیا گیا، وغیر ذلک،

جن صاحبون نے یہ خیالات ظاہر کیے ہین انھون نے اس مقصد کے لیے بڑی بڑی تمہیدین اٹھائی ہین اور شاندار عنوانات اختیار کیے ہین۔ مثلاً "مسلمانون کو ہر حال مین چاہیے کہ احکام شرعیہ کو مقدم رکھین اور جوش اتحاد مین ایسے بیخود نہو جائین کہ احکام شرعیہ سے بے پرواہ ہو جائین" اِن شاندار واعظانہ تمہیدون کو دیکھکر خیال ہوتا ہی کہ شاید مسلمانان دہلی و کلکتہ نے کوئی بڑی ہی خلاف ورزی احکام شرعیہ کی کی ہی، اور اب اسپر ماتم کیا جا رہا ہی، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہی، اس دورِ فتن و بدعات مین اگر مسلمانون کی کسی جماعت نے کوئی بہتر سے بہتر کام کیا ہی تو وہ یہی ایک کام ہی کہ مقاصد صالحہ سے مسجدون مین مجالس منعقد کین اور اپنے غیر مذہب ہمسایون اور حلیفون یعنی ہندوؤن کو بھی اُسی مقصد سے ان مین شریک کیا۔ جس مقصد سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیر مذہب کے صلح پسندون اور دوستون کو مسجد مین بلاتے اور ٹھہراتے تھے، اِفتا بغیر علم

فصل شانزدہم، ذمیون کے دخول مسجد حرام کی نسبت احناف کی رائے اور اسکا جواب ۳۶-۳۷

〃 ہفتدہم، اس مسلہ مین احناف کے علاوہ ائمہ ثلاثہ کی راے .. .. ۳۷-۳۹

〃 ہشتدہم، مقامات وبلاد اسلام مین غیر مسلمونکے حقوق کی تفصیل .. .. ۳۹-۴۲

〃 نوزدہم، کیا مسجدین صرف نماز کے لیے ہین .. .. .. .. .. .. ۴۲-۴۸

〃 بستم، رفع الصوت فی المساجد اور حضرت عمر کی روایت کی تشریح .. .. ۴۹-۵۵

〃 بست ویکم، تحقیق نماز جنازۂ غائب کا وعدہ .. .. .. .. .. .. ۵۵

〃 بست و دوم، مولانا عبد الباری فرنگی محلی کا خط .. .. .. .. ۵۵-۵۶

〃 بست و سوم، انقلاب حالات وخاتمہ .. .. .. .. ۵۶-۵۸

## فصل

آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر مجالس اور صحبتین مسجد نبوی ہی مین منعقد ہوتی تھین، بسا اوقات غیر مسلم آتے تھے، اور بلاکسی روک ٹوک کے اُن صحبتون مین شریک ہوتے تھے، آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کا حجرہ مبارک مسجد سے متصل تھا، جو لوگ آپکی خدمت مین حاضر ہوتے تھے انکو بعض اوقات مسجد ہی مین آپکا انتظار کرنا پڑتا تھا، اوران لوگون مین غیر مسلم بھی ہوتے تھے، یہ امور ضمناً متعدد روایات سے مستنبط ہوتے ہین، آپکے بعض یہودی قرضدارون نے مسجد مین آکر تقاضا کیا ہے، اور آپنے اپنے حلم وخلق کی وجہ سے اُنکے حق طلب وتقاضا کو تسلیم فرمایا ہے، غیر مسلم اقوام سے پولیٹکل علایق، سفراء کا ایاب وذہاب، معاہدہ مواثیق کی مجالس شوریٰ، عرائض وشکایات مسلمین وغیر مسلمین، یہود مدینہ اور مشرکین اطراف وجوانب سے پولیٹکل تعلقات کی گفت وشنید، یہ اور اسی طرح کے تمام معاملات مسجد نبوی ہی مین طے پاتے تھے. خود مسلمانون کو آپنے مسجد کے متعلق متعدد معاملات مین تنبیہ فرمائی اور اُنہی سے احکام احترام وحقوق مسجد مستنبط ہوئے، مثلاً منع اکل بصل وثوم، ومنع انشاد ضالہ، ومنع بیع وشراء وغیر ذٰلک، مگر ایک واقعہ بھی ایسا موجود نہین جس سے ثابت کیا جاسکے، کہ آپ نے کسی غیر مسلم کو صرف اس بناپر مسجد مین داخل ہونے سے روک دیا ہو کہ وہ مسلمان نہین ہے۔ آپکے زمانہ مین اور آپ کے بعد خلیفۂ دوئم تک تمام سرکاری عمارتون کا کام مسجد نبوی ہی دیتی تھی، اور غیر مسلم اقوام وقبائل کے جسقدر وفد (ڈیپوٹیشن) اور سفراء آتے تھے وہ یا تو مسجد مین ٹھرائے جاتے تھے، یا شہر کے مسلمانون کے ہان۔ تاریخ اسلام مین سب سے پہلے حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ نے سرکاری مہمانسرا بنائی جیسا کہ مقریزی اور عسکری نے لکھا ہے، اور ابن حبان نے کتاب الثقات مین تصریح کی ہے کہ مدینہ کی مہمانسرائے سنہ ہجری مین حضرۃ عمر رض کے حکم سے تعمیر ہوئی،

## فصل

ازانجملہ وفد نجران کا واقعہ ہے جو صحاح وسیرۃ مین بہ تفصیل موجود ہے اور جسکی نسبت سورۂ آل عمران

کی اس سے بڑھکر اور کیا مثال ہوسکتی ہے کہ جو فعل مستحسن اور ہدیٔ نبوۃ سے ماخوذ ہے اس کو بدعۃ قرار دیا جا رہا ہے۔ اور طرح طرح کی بدعتین علانیہ مسجدون مین ہورہی ہین، مثلاً انعقاد مواسم و محافل بدعیہ (رفع الصوت و بیع و شرا فی المسجد، و ہجوم مساکین و سائلین، و حرج فی الجماعۃ، و سکونۃ فسّاق و تارکین صلوٰۃ، و صلاتان معاً، و غیر ذلک، ان کو کوئی نہین روکتا، بلکہ بہت سے مدعیانِ علم ہین جو انکو عین سنۃ سمجھ رہے ہین، احکام شرعیہ کی تقدیم و پابندی تو عین مطلوب و مقصود ہے لیکن اسکے وعظ کا استعمال صحیح موقعہ پر ہونا چاہیے، اِن حضرات کو سب سے پہلے اپنی نسبت فیصلہ کرلینا تھا کہ کہین وہ خود تو حدود شرع سے متجاوز نہین ہورہے ہین؟ شریعۃ کی پابندی کے معنی صرف یہی ہین کہ شریعت کی پابندی ہو، "تحکّم بالظنّ والرائی اور "اعجاب کل ذی رای برایہ" کا نام شریعۃ نہین ہے، وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ هٰذَا حَلَالٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ -

خود اصل واقعہ بھی غلط سمجھا گیا ہے، جامع مسجد کے جلسے کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ سوامی شردھانند نے ممبر پر کھڑے ہوکر تقریر کی، اور ممبر کو لوگون نے ممبر جمعہ سمجھ لیا، جو مسجدون کے ہال مین ہوتا ہے، حالانکہ ممبر سے مقصود مکبّر کا چبوترہ ہے، جو صحن مسجد مین ہے، اور اس پر ممبر مصطلحۂ مساجد کا اطلاق کسی طرح درست نہین، یہ چبوترہ بڑی بڑی مسجدون مین بنا دیا جاتا ہے تاکہ تکبیرات انتقال کو ایک بلند مقام سے دہرایا جاسکے۔ پھر اگر اس چبوترہ پر ایک غیر مسلم دوست نے مسلمانون کی اجازت سے کھڑے ہوکر تقریر کی تو اس مین شرعاً کیا قباحت لازم آئی؟ و من ادعی خلافه فعلیه البیان؛

رہا اصل مسئلہ یعنی غیر مسلمون کا مسجدون مین داخل ہونا، تو معترضین کو معلوم ہونا چاہیے کہ نہ صرف داخل ہی ہونا جائز ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ کہ اگر مصالح مقتضی ہون تو ان کو مسجد مین عارضی طور پر بطور مہمان کے ٹھہرانا بھی جائز ہے، اور مسلمانون کا جو امام یا مسلمانون کی جو جماعت رعایت مصالح اُخری کے ساتھ ایسا کرتی ہے، وہ ٹھیک اُس اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتی ہے، جو صاحب شریعۃ صلعم نے اُمّت کو دکھلایا ہے، فخیر الھدی ھدی محمدؐ و شر الامور محدثاتہا -

گوشے مین چپکے سے کوئی کام کیا اور چلدیے، با این ہمہ آپ نے اجازت دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ معاملہ اپنی نمایان اور ممتاز شکل مین بھی احترام مسجد کے خلاف نہ تھا، ورنہ آپ ضرور روکتے، اور ظاہر ہے کہ خلاف کیون ہوتا، اسلام قیام عبادت کے لیے آیا تھا، نہ کہ منع عبادت کے لیے۔ یہود و نصاریٰ پر سب سے بڑا الزام تو اُس نے یہی لگایا کہ رسمی عبادت کرتے ہین، مگر وہ شے جسکا نام "قیام عبادت" ہے مفقود ہوگئی ہے، حافظ ابن قیمؒ نے اپنی عادت کے مطابق اس واقعہ کے فقہ پر بھی بحث کی ہے، "ففیہا جواز دخول اهل الکتاب مساجد المسلمین وفیہا تمکین اهل الکتاب من صلاتهم بحضرة المسلمین وفی مساجدهم ایضًا اذا کان عارضًا ولا یمکنوا من اعتیاد ذلک" (جلد دوم صفحہ ۳۹ مطبوعۂ مصر)

رابعًا اس واقعہ سے اُن مسلمانون کو عبرۃ پکڑنی چاہیے جو چند جزئی اختلافات کی بنا پر خود مسلمانون کو اپنی مسجدون مین آنے سے روکتے ہین اسکے لیے مقدمہ بازیان کرتے ہین، اور ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ الخ کی وعید مین داخل ہوتے ہین۔ اعا۔ اللہ تعالیٰ منه،

## فصل

اگر یہ کہا جائے کہ اس واقعہ سے صرف اہل کتاب کے لیے جواز ثابت ہوتا ہے نہ کہ غیر اہل کتاب غیر مسلمون کے لیے، تو یہ بھی صحیح نہین، فتح مکہ کے بعد جب قبیلہ ثقیف کا وفد آیا تو آنحضرۃ صلعم نے ان کو نہ صرف مسجد مین آنے دیا، بلکہ بہ حیثیت مہمان کے مسجد مین ٹھرایا، اور چند گھنٹون کی شرکت مجالس اور کئی دن کے متصل قیام مین جو فرق ہے وہ ظاہر ہے، اس وقت بھی بعض لوگون کو اسپر وہی شبہہ ہوا تھا جو آج لوگون کو ہو رہا ہے، اور دنیا مین سمجھ کی طرح ناسمجھی کا ظہور بھی ہمیشہ یکسان رہا ہے۔ بعض مسلمانون نے اعتراض کیا "انزلتهم فی المسجد وهم مشرکون" ؟ آپ ان کو مسجد مین ٹھراتے ہین، حالانکہ وہ مشرک ہین ؟ فرمایا "ان الارض لا تنجس" زمین انسانون کے مس و قیام سے ناپاک نہین ہو جاتی اور مسجد زمین

کی آیات مباہلہ واحتجاج اہل کتاب بالاتفاق نازل ہوئین، نجران (یمن) مین عیسائی آباد تھے، اسلام کا پیام دعوۃ پہنچا تو آمد ورفت شروع کی، دوسری مرتبہ ان کا وفد آیا تو اتوار کا دن تھا، اور شام قریب تھی، مسجد نبوی مین پہنچے تو انھون نے چاہا کہ پہلے اپنی نماز ادا کرلین، بعض مسلمانون پر یہ بات ناگوار گزری کہ اسلام کی عبادت گاہ مین عیسائیون کو مسیحی عبادۃ کی اجازت کیون دیجائے؟ انہون نے روکنا چاہا، لیکن آنحضرۃ صلعم نے فرمایا مت روکو، نماز پڑھنے دو، چنانچہ وفد کے تمام عیسائیون نے پورب کی طرف منھ کرکے نماز پڑھی۔ زاد المعاد مین ہے: "لما قدم وفد نجران علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخلوا علیہ مسجدہ بعد العصر فحانت صلاتھم فقاموا یصلون فی مسجدہ فاراد الناس منعھم فقال رسول اللہ دعوھم فاستقبلوا المشرق فصلوا صلاتھم" اہ

اس واقعہ سے کئی باتین ثابت ہوئین: اولاً یہ کہ غیر مسلم مسجد مین بلائے جاسکتے ہین۔ نجران کے وفد کے ارکان رومن کیتھولک عیسائی تھے، مگر آنحضرت نے انکو مسجد مین داخل ہونے سے نہین روکا،

ثانیاً اگر کوئی غیر مسلم مسلمانون کی مسجد مین اپنے طریق پر اللہ کی عبادت کرنا چاہے اور کوئی فعل محسوس ومشہود بت پرستی کا یا خلاف احترام مسجد نہ کرے، تو شرعاً اسکو نہین روکنا چاہئے، الّا یہ کہ اُس سے کسی فساد ومضرۃ یا عادۃ والتزام یا قبضۂ وتمکین کا اندیشہ ہو، مسجد خدا کی عبادت کے لیے ہے، پس اس کا ہر بندہ عبادت کرسکتا ہے، لیکن شرک عبادۃ نہین ہے، عبادت کی ضد ہے، اسلیے شرک و بت پرستی کی اجازت عبادت گاہ مین نہین دی جاسکتی، مسیحی نماز کے تین رکن ہین۔ تلاوۃ، سجدہ، دعا، پس انہون نے اپنے طریق پر یہی کیا ہوگا۔

ثالثاً روایات سے ثابت ہے کہ اس وفد مین ساٹھ آدمی تھے، ساٹھ آدمیون کی جماعت اچھی خاصی جماعت ہے، نماز پڑھی ہوگی تو بہت نمایان حالت ہوگی، کچھ یہ بات نہ تھی کہ ایک دو آدمیون نے کسی

غلبہ وشوکت کا تھا، اور خود وفد عاجزانہ اور مفتوحانہ آیا تھا، یہ بات نہ تھی کہ عجز و درماندگی کی وجہ سے بہ نظر تالیف قلب و اعزاز و تکریم مخالف انکو ٹھہرایا ہو،

ثالثاً معلوم ہے کہ اس وفد کے تمام ارکان مشرک تھے، اور مشرک بھی کیسے؟ اشد شدید، اور بغض اسلام وصاحب اسلام اور تصلّب فی الشرک والجاہلیۃ مین مشہور و معروف، اس وفد کا سردار ابن عبدیالیل تھا، اس شخص کا یہ حال ہے کہ ابوطالب کے انتقال کے بعد جب قریش مکہ کا ظلم و جور اس حد تک پہنچگیا کہ آنحضرۃ کے لیے مکہ مین رہنا بھی دشوار ہوگیا، تو آپ نے طایف کا سفر کیا کہ شاید باہر کے قبائل حق کا ساتھ دین لیکن جب قبیلۂ ثقیف کی بستی مین پہنچے تو اسی عبدیالیل اور اسکے دونون بھائیون نے آپکے ساتھ یہ سلوک کیا کہ طایف مین دم لینے کی مہلت نہ دی، دعوۃ حق کا یہ جواب ملا کہ "اما وجد اللہ احداً یرسلہ غیرک" ؟ کیا خدا کو تمہارے سوا اور کوئی آدمی نہ ملا جسکو پیغمبر بنا کر بھیجتا؟ جب آپ واپس ہوئے تو بستی کے لڑکون اور غلامون کو آپکے پیچھے لگا دیا کہ تضحیک و تحقیر کرین انھون نے آپ پر کیچڑ پھینکا، اُس جسم مقدس کو جسکے بقا پر تمام کرۂ ارضی کی سعادت وہدایت کی بقا موقوف تھی، پتھرون کی بوچھار سے زخمی کردیا، پیشانی مبارک کا خون بہ کر پاے مبارک کو رنگین کر رہا تھا، اور یہ دعا ورد زبان تھی "اللھم الیک اشکو ضعف قوتی وقلۃ حیلتی وھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین!"، یعنی

بجرم عشق تو ام می کشند غوغائیست
تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

اس کے بعد جنگ ہوازن و ثقیف کے جو واقعات پیش آئے، کتب سیرۃ کے مطالعہ کرنے والون سے مخفی نہین، جنگ ہوازن کے بعد عروہ بن مسعود ثقفی مدینہ آیا، اور مشرف بہ اسلام ہوا، مسلمان ہوئے کے بعد تبلیغ حق کے عشق نے چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ آنحضرۃ روکتے رہے اور وہ اپنی قوم کی محبت کے اعتماد پر طائف واپس گیا، اور دعوۃ اسلام شروع کردی لیکن ثقیف نے اسکے ساتھ یہ سلوک کیا کہ ایک دن عین حالت نماز مین شہید کردیا، یہ حال تو اسلام اور اہل اسلام کی عداوت کا تھا، ترک

ومکان کے ایک مخصوص ٹکرے ہی کا نام ہے، یعنی نجاست دل کی نجاست اورگندگی اعتقاد کی گندگی ہی، ابوداؤد اور امام احمد نے عثمان بن ابی العاص سے (جو خود شریک وفد تھے) روایت کیا ہے: "ان وفد ثقیف لما قدموا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انزلھم فی المسجد لیکون ارق لقلوبھم" اسی روایت کو بہ تغیر بعض الفاظ طبرانی نے بھی اوسط مین لیا ہے، اور ابوداؤد نے بروایت حسن مرسلاً اسپر اسقدر زیادہ کی ہے " ان وفد ثقیف اتوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضرب قبة فی المسجد لینظروا الی صلوة المسلمین فقیل لہ یا رسول اللہ انزلتھم فی المسجد وھم مشرکون؟ فقال ان الارض لا تنجس انما ینجس ابن آدم"، چونکہ صاحب ہدایہ نے اس واقعہ سے جواز دخول پر استدلال کیا ہی اسلیے اسکی تخریج مین زیلعی نے تمام طرق حدیث جمع کر دیے، اسوقت میرے پاس نہ نصب الرایہ ہے اور نہ حافظ عسقلانی کی درایہ، لیکن اگر میرا حافظہ غلطی نہین کرتا تو عطیہ بن سفیان کی روایت مین ہے کہ: " قدم وفد ثقیف فی رمضان فضرب لھم قبة فی المسجد" (اوکما قال) یعنی یہ وفد رمضان مین آیا تھا، پس انکے قیام کے لیے آنحضرہ صلعم نے ایک خیمہ مسجد نبوی مین نصب کرا دیا۔

اس واقعہ مین متعدد امور قابل غور ہین،

اولاً جب یہ وفد آیا تو مغیرہ بن شعبہ نے آنحضرةؐ سے درخواست کی کہ مجھے انکے ٹھرانے اور خدمت کرنے کا موقعہ دیا جاے، آپ نے فرمایا انکی خدمت و تکریم سے نہین روکتا لیکن ایسی جگہ ٹھراؤ جہان سے وہ قرآن سن سکین۔ "فقال لا امنعک ان تکرم قومک ولکن انزلھم حیث یسمعون القرآن" (زاد المعاد) اس سے معلوم ہوا کہ انکو مسجد مین ٹھرانا کسی مجبوری و عذر کی بنا پر نہ تھا بلکہ قصداً ٹھرایا گیا، اور اسکی ایک خاص علة تھی، یعنی سماع قرآن و نظارۂ صلوة کما سیاتی بیانہ۔

ثانیاً، یہ وفد فتح مکہ کے بعد ۹ہجری مین آیا ہے، اور یہ وہ وقت ہے کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا کا پورا پورا ظہور ہو چکا ہے، پس یہ وقت

فرمایا ہان "یوم العقبہ اذ عرضت نفسی علی ابن عبد یالیل بن عبد کلال فلم یجبنی الی ما اردت"
وہ دن جب مین طایف گیا اور اعانت وقبول حق کی امید سے اپنی دعوۃ ابن عبد یالیل کے سامنے
پیش کی اور اُسنے میری کچھ پرواہ نہ کی، وہ دن اُحد کے دن سے بھی میرے لیے اشد تھا، تن تنہا
بے یار ومددگار طائف کی گھاٹیون مین پھر رہا تھا، اور ایک انسان بھی نہ تھا جو مجھ پر ہمدردی اور ترس
کی نظر ڈالتا، آپ کے اس ارشاد سے اندازہ کرو کہ ثقیف نے آپکے ساتھ کیسا ظالمانہ ووحشیانہ سلوک
کیا تھا، کہ اپنی ساری زندگی کے اُن مصائب عظیمہ مین جو دعوۃ الی الحق کی راہ مین پیش آئے، طائف
کی گھاٹیون والی مصیبت کو اشد فرمایا، اسی روایت مین ہے کہ باوجود ان تمام مظالم وشدائد کے
آپنے فرمایا تھا "ارجوان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبد اللہ وحدہ لایشرک بہ شیئاً"
اس پر بھی مین اُن لوگون کے لیے بددعا نہین کرون گا۔ مین نے صداے حق کا بیج ڈال دیا ہے اور آج
نہین تو کل پھل لاے گا، یہ لوگ اگر بت پرستی پر مٹے ہوئے ہین تو انکی نسل سے وہ لوگ پیدا ہونگے جو حق
کو قبول کرینگے اور اللہ کی پرستش کے سوا ان کی کوئی پرستش نہو گی! غزوۂ طایف مین جب قلعہ مسخر
نہوا، اور مختلف مصالح مقتضی ہوے کہ حصار اُٹھا لیا جاے، تو لوگون نے کہا "ادع اللہ علی ثقیف"
ثقیف کے لیے اللہ سے التجا کیجیے، فرمایا "اللھم اھد ثقیفا وأت بھم" خدایا ثقیف کے دلون کو
حق کے لیے کھول دے، چنانچہ وہی ہوا، جن لوگون نے پتھر پھینکے تھے خود دوڑے ہوئے آے کہ
حق کے بے پناہ تیرون سے اپنے دلون کو دونیم کردین، یہ تیر ان دشمنون پر کہان چلائے گئے تھے؟
میدان جنگ مین؟ نہین، خدا کی مقدس عبادۃ گاہ کے صحن مین "ضربوا لھم خیمۃ فی المسجد"
جن لوگون نے منجنیق کے پتھرون سے اپنی دیوارون کو بچا لینے کا بندوبست کر لیا تھا، وہ ان تیرون سے
اپنے دلون کو نہ بچا سکے؛ عثمان بن ابی العاص راتون کو چھپ چھپ کر حضرۃ ابوبکرؓ کے پاس آتے
اور قرآن سیکھتے، یہ تھا وہ ھدی نبوۃ اور اُسوۂ حسنۂ رسالۃ جس نے فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ کو بھی

وجاہلیۃ کے جمود وتصلب کا یہ حال تھا کہ جب فتح مکہ کے بعد یہ وفد مدینہ آیا اور مسجد کے قیام، کلام الٰہی کی سماعت جماعۃ صلوٰۃ کے نظارہ، اور آنحضرۃ کے خلق عظیم کے اسلحۂ محبت سے مسخر ہوکر اسلام لانے کے لیے آمادہ ہوگیا توگو اسلام کی صداقت کا اعتراف تھا، لیکن پھر بھی بت پرستی اور جاہلیۃ کا کانٹا دل سے نہین نکلتا تھا، چاہتے تھے کہ اپنی شرطین منوا کر مسلمان ہون، پہلے کہا کہ نماز کی پابندی سے ہمکو مستثنےٰ کردیجیے، فرمایا "لاخیر فی دین لیس فیہ رکوع" وہ دین ہی کیا جسمین خدا کے سامنے جھکنے والی پیشانی نہو! پھر کہا اچھا زنا کے بغیر تو چارہ نہین، ہماری قوم کے لوگ اکثر سفر مین رہتے ہین۔ فرمایا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا، پھر کہا سود چھوڑنا تو مشکل ہی، شراب تو ہماری غذا ہے، فرمایا "اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربا" اور رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ، جب ان ہماری شرطون مین سے کوئی نہ چلی تو آخر مین کہا کہ اچھا ساری باتین منظور مگر ربہ کو تو ہم اپنے ہاتھون سے نہین ڈھا سکتے، ربہ یعنی دیبی، رب کا مونث، اس بات کو آنحضرۃ ؐ نے منظور کرلیا، اور خالد بن ولید کو چند صحابہ کے ساتھ بھیجا کہ طائف کی دیبی کو منہدم کردین، حضرۃ خالد نے مندر کی زمین تک کھود ڈالی، مگر یہ لوگ یہی کہتے رہے کہ دیبی کی بے حرمتی کا وبال آئے گا،

ان واقعات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ سخت بت پرست اور اسلام کی عداوت مین کس درجہ سنگدل تھے؟ بااین ہمہ آنحضرۃ ؐ نے انکو مسجد مین ٹھرایا، اور اسی کا نتیجہ تھا کہ جس قلعۂ طائف کو مسلمانون کی منجنیق چالیس دن تک سنگ باری کرکے بھی فتح نہ کرسکی، اُسکے بسنے والون کے دلون کو آنحضرۃ صلعم کے خلق عظیم، اسلام کی مسامحت، مسجد کے قیام، اور اسلامی عبادت کے نظارہ نے چند گھنٹون کے اندر فتح کرلیا، لوہے کی تلوار کو سپر پر روکا جاسکتا ہے، لیکن محبت کی تلوار کے لیے کوئی سپر نہین۔

درس وفا اگر بود زمزمۂ محبتے — جمعہ بہ مکتب آورد طفل گریز پاے را

مسلم مین بروایۃ حضرت عائشہؓ ہے کہ انھون نے آنحضرۃ صلعم سے پوچھا ھل اتی علیک یوم کان اشد من یوم احد؟ جنگ احد والے دن سے بھی بڑھکر کوئی مصیبت وشدت کا دن آپ پر آیا ہے؟"

ثم الی اللہ المشتکی!

## فصل

وفد ثقیف کی روایات پر غور کرو۔ مسجد مین ٹھرانے کی علت کیا بتائی گئی؟ یہ وہ تعلیل نہین ہے، جو تعلیل باطل ہے۔ یعنی تحکم بالظن والرأے اور حصر تعلیل بالقیاس غیر موید بالنص، بلکہ یہ وہ تعلیل ہی جو خود شارع نے تبلا دی، مغیرہ کو کہا کہ وفد کی تکریم سے نہین روکتا، لیکن "انزلھم حیث یسمعون القراٰن" اور ابو داؤد و احمد وطبرانی کی روایت مین ہے "لیکون ارق لقلوبھم" اور ایک روایت مین ہے "لکی یسمعوا القرآن ویروا الناس اذا صلوا" (ابن ہشام) یعنی وفد کو مسجد مین اس لیے ٹھرایا کہ وہ اسلام کے محاسن سے واقف ہوسکین، قرآن کی صدائین انکے کانون مین پڑین، مسلمانون کو نماز پڑھتے ہوے دیکھین اور خدا کی سچی اور فطری عبادت کی خوبیان انکے دلون مین راہ پیدا کرین، اس ایک بات سے بے شمار فروعات دعوۃ وتبلیغ اسلام اور جزئیات طرق اصلاح اقوام و امم مستنبط ہوتے ہین جنکو نہایت تفصیل سے رسالہٗ دعوۃ وتبلیغ اسلام مین لکھ چکا ہون جو منجملہ تالیفات قیام رانچی کے ہے، ازانجملہ یہ کہ اسلام کو اپنی صداقت وحقیۃ کی طاقت پر پورا بھروسہ ہے اور قانون الہی یہ ہے کہ ہر قوی ضعیف کو اپنی طرف کھینچتا اور ہر طاقت کمزور پر چھا جاتی ہے، قوہ مین فاعلیۃ ہے اور کمزوری مین انفعال۔ اور قوۃ وضعف مین اعتبار کیفیت کا ہے نہ کہ مجرد کمیّت کا۔ اسی قانون جذب و انجذاب فعل وانفعال وجلب وانجلاب پر کارخانۂ وجود وہستی کے تمام حوادث واعمال کا دار و مدار ہے، اور یہ قانون مادہ وجسم کی طرح تمام معقولات اور معنویات مین بھی ہوبہو وہی جاری وساری ہے۔ پس اسلام کا دعوی ہے کہ وہ قوت ہے، طاقت ہے۔ اصلح ہے۔ امثل ہے، اسلیے جب کبھی اسلام اور غیر اسلام مین قرب ہوگا، تو اسلام اپنے ماسوی کو کھینچے گا، اور اپنے مین جذب کرے گا، یہ نہین ہوسکتا کہ اسلام کو غیر اسلام اپنے مین جذب کرلے، اگر ایسا ہو تو قانون الہی باطل ہو جائے، اور اگر یہ قانون باطل ہو تو تمام نظام عالم درہم برہم ہو جائے، یہی معنی ہین اس آیۂ کریمہ کے

موم بنا کر پگھلا دیا، اس کے مقابلہ مین آج مسلمانون کا یہ حال ہے کہ انکے ہمسایے اور شریک وطن عشق ومحبت کے جوش سے بیخود ہوکر انکی مسجدون مین خود بخود دوڑے آتے ہین، کاندھے سے کاندھا ملا کر کھڑے ہوجاتے ہین، خود کہتے ہین کہ ہم بھی تمہارے ساتھ تمہاری نماز پڑھین گے، نماز جنازہ کی صفین کھڑی ہوتی ہین تو تسویہ صفوف کی خدمت خود انجام دیتے ہین، اپنے ہاتھون سے پانی دیکر نمازیون کو وضو کرا دیتے ہین، مسجد کے چبوترہ پر کھڑے ہوکر پکارتے ہین کہ ہم سب ایک کے بندے اور ایک ہی گھرانے کے بھائی ہین، مگر مسلمان ہین کہ اس نعمۃ الٰہی پر سجدۂ شکر بجالانے اور آنے والون کو اور زیادہ اپنے طرف کھینچنے کی جگہ ناک بھون چڑھا رہے ہین، کہ ہماری مسجد غیرون کی چھوت سے بے احترام ہوگئی! غور کرو۔ پہلے کیا حالت تھی! اور اب کیا حالت ہی؟ جب حالت مین انقلاب ہوا تو نتائج مین بھی انقلاب لازمی ہے۔

ساد ت مشرقة وسرت مغرب      شتان بین مشرق ومغرب

## فصل

حقیقت یہ ہے کہ آج اشاعت اسلام مین سب سے بڑی روک مسلمانون کا یہی طرز عمل ہے اور یہ نتیجہ ہے قرآن وسنت کے علم وعمل حق سے بُعد اور عہد نبوۃ سے جہل وغفلت کا، یا بالفاظ مختصر علماء حق وراسخین فی العلم کے فقدان کا۔ افسوس خود مسلمانون کو اسلام کی قوۃ وصداقت پر بھروسہ نہ رہا، نادان سمجھتے ہین کہ دوسرون سے اگر ہم ملین گے تو ہم ان مین جذب ہوجائین گے، انکو اپنے مین جذب نہین کرسکین گے۔ اور سچ یہ ہے کہ اس وہم فاسد سے بڑھ کر اور کوئی خیال اسلام کے لیے مایۂ صد توہین وتذلیل نہین ہوسکتا، اگر مسلمانون کے پاس لوہا نہین بلکہ مقناطیس ہے تو مقناطیس اور لوہے کا جب آمنا سامنا ہوگا نتیجہ صرف یہی نکلے گا کہ لوہا مقناطیس کی طرف کھنچے گا، یہ کیا مصیبت ہے کہ ہر بات مین اللہ اور اس کے دین حق کی نسبت سوء ظن، ظن الجاہلیۃ، اور ہر معاملے مین خود اپنے نفس پر حکم وشہد وا علی انفسہم شہادت بطلان وضعف وہلاکت؛ فالی اللہ المشتکی

اپنے سے قریب کرنا چاہتا ہی اور اس کا دعویٰ ہی کہ جو اُس سے قریب ہو گا بالآخر اس مین جذب ہو جائیگا قرب و اتحاد مین اس کے لیے خوف نہین ہی کہ وہ غیرون سے بھاگے اور الگ رہے بلکہ غیرون کے لیے انجذاب و انفعال ہی جس کے لیے انکو دوڑنا اور بھاگنا چاہیے، اس کا سارا رونا تو یہی ہے۔ کہ لوگ اُسکی سنتے نہین اسکو دیکھتے نہین، اس مین آتے نہین، اسکی طرف گردن موڑتے نہین لوّوا رؤسھم ورأیتھم یصدّون وھم مستکبرون، یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ خدا کے بندے اسکی طرف پیار اور اخلاص سے بڑھین اور وہ اپنا گھر بند کردے کہ تمہارے اندر آنے سے میرے گھر کی تقدیس کو بٹہ لگ جائے گا؟ مسجدون کا اصلی احترام یہی ہے کہ اُس مین انسانون کی بھلائی کے لیے انسانون کا اجتماع ہو، انسانون کے نکالدینے مین اُسکی حرمت نہین بلکہ بے حرمتی ہے، اسلام نوع انسانی کی عظمت و احترام کے لیے آیا ہے، نہ کہ تذلیل و تحقیر کے لیے پس وہ کسی انسان کو بہ حیثیت ایک انسان کے نجس نہین قرار دیتا، جسکی چھوت سے مٹی اور اینٹ ناپاک ہوجائے۔ نجاست انسان کے جسم مین نہین بلکہ اسکے اعتقاد اور عمل مین ہوتی ہی۔ کاش جسم مین ہوتی تو دریا کا پانی اس کو دھو دیتا اور انسان کا بنایا ہوا کپڑا پونچھ دیتا، مگر افسوس وہ دل اور عمل کی گندگی ہے، جسپر نہ تو پانی بہایا جاسکتا ہے اور نہ کوئی ہاتھ صاف کرسکتا ہی، اس کو صرف خدا کا سچا ایمان اور راستی کا کامل عشق پاک کردیسکتا ہے، سو انسانون پر اسکی راہین بند نہ کرو!۔

## فصل

جہان تک مکان اور عمارت کا تعلق ہے، اسلام کی دینی عمارت صرف مسجد ہی اور کوئی نہین۔ پس اگر اسلام غیرون کو قبول کیا چاہتا ہے تو مسجد ہی مین قبول کرنا پڑے گا، آج اگر ہمارے ہندو بھائی خود اپنی محبت اور پیار سے ہماری مسجدون مین آتے ہین، تو یہ وہ چیز ہے جسکی

کہ وَلَوِاتَّبَعَ الْحَقُّ اَھْوَاءَھُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ" اور یہی معنی ہین لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ کے
جسکی تفسیر مین لوگون کو کیا کیا حیرانیان نہین ہوئین، حالانکہ بات بالکل صاف اور قدرتی تھی، اس عالم
مین بقا صرف اصلح کے لیے ہے، اور بالآخر تمام غیر اصلح عقائد و اعمال کومٹ جانا ہے، والعاقبۃ للمتقین۔
اور فیصلۂ حق و باطل کی یہی سب سے بڑی شہادت ہے قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھَادَۃً ؟ قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ بَیْنِیْ
وَبَیْنَکُمْ شَھِیْدًا، اور یہی معنی ہین اس آیۃ وامثالہا کے کہ اِعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ فَسَوْفَ
تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَکُوْنُ لَہٗ عَاقِبَۃُ الدَّارِ؟ اور یہ کہ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ، اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی
الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ، وامثال ھذا فی الکتاب والسنۃ، اسی اصل الاصول کا نتیجہ ہے کہ اسلام نے
اپنے تمام عقائد، اعمال، اماکن، اور مواسم واجتماعات مین دوسرے مذہبون کی طرح کوئی راز اور مخفی
بات نہین رکھی ہے اسکی ساری باتین دوپہر کے سورج کی طرح کھلی اور چمکیلی ہین۔ اسکی عبادت گاہون مین
کوئی بھید نہین جسکے کھل جانے کا اس کو ڈر ہو۔ دل اور روح کو چھوڑ کر اس نے زمین اور مٹی کی کوئی
ایسی پاکی اور ستھرائی نہین بنائی ہے۔ جو جسم و وجود اور اس کے سایہ کی چھوت سے ناپاک ہوجائے،
وہ ایک بے باک طاقت اور کامل حُسن کی طرح سب کو دعوۃ دیتا اور بلاتا ہے کہ آئین، دیکھین اور
مفتون ہون اسکی صداقت کی دعوۃ اسکی ہر چیز مین ہے، صرف چند چنے ہوئے واعظون کی
بولیون ہی مین نہین، ایک مسلمان کا وجود یکسر دعوۃ و وعظ ہے، بشرطیکہ وہ مسلمان ہو، ایک مسجد اور
اسکی سادہ اور بے نقش و اشکال دیوارین مجسم وعظ و حق ہین، جبکہ امام قرآن پڑھ رہا ہو، اسکے
نمازیون کی صفون کے نظارۂ وحدت سے بڑھکر کوئی خطبۂ تبلیغ اور درس ولائل نہین، جبکہ ایک
ہی خدا کے بندے بنیان مرصوص کی طرح کاندھے سے کاندھا جوڑے کھڑے ہون، اور خدا
کی قائم کی ہوئی انسانی اخوت کو بحکم یشدّ بعضہ بعضا، کتشبیک الاصابع دکھلا رہے ہون، پس
وہ انسانون کو یہی ہر بات دکھلانا، اور ہر مقام پر بلانا، اور ہر راہ مین اپنے سے جوڑنا، اور ہر شکل مین

## فصل

اور من جملہ ادلۂ جواز دخول مشرک فی المسجد، کے ثمامہ بن آثال کا واقعہ ہے جو صحیحین مین تفصیل موجود ہے۔ اور امام بخاری رح نے اپنے داب فقاہت کے مطابق مختلف کتب و ابواب مین اُس سے متعدد مسائل مہمہ کا استنباط کیا ہے، ثمامہ نجد کا رمیس تھا، ہجرت کے پانچوین سال آنحضرۃ صلعم نے چند سوار نجد کی جانب بھیجے، وہ ثمامہ کو گرفتار کر لائے اور مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا، تمام روایات کے جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن تک وہ مسجد ہی مین رہا، تیسرے دن آنحضرۃ صلعم نے بلا کسی شرط کے رہا کر دیا، امام بخاری اس روایت کو زیادہ تفصیل و تطویل سے کتاب المغازی مین لائے ہین، وفیہ انہ صلعم مر علی ثمامۃ ثلاث مرات وھو مربوط فی المسجد وانما امر باطلاقہ فی الیوم الثالث وکذا اخرجہ مسلم وغیرہ وصرح ابن اسحاق فی المغازی من ھذا الوجہ ان النبی صلعم ھو الذی امرھم بربطہ قالہ ابن حجر فی الفتح (جلد۱ صفحہ ۴۶۲) مگر اس خلق عظیم کا اسیر ایسا اثر پڑا کہ آزاد ہونے کے بعد خود واپس آگیا کہ مسجد کے ستون کی جگہ اب دین حق کے ایمان و اعتقاد کی زنجیرون سے ہمیشہ کے لیے وابستہ کر دیا جاے! امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ مین ایک خاص باب اس عنوان ترجمہ سے درج کیا ہے" الاغتسال اذا اسلم، وربط الاسیر فی المسجد وکان الشریح یامر الغریم ان یحبس الی ساریۃ المسجد"، اور اس کے نیچے اسی واقعہ سے بروایۃ حضرۃ ابو ہریرۃ استدلال کرتے ہین" بعث النبی صلعم خیلا قبل النجد فجائت برجل من بنی حنیفہ یقال لہ ثمامۃ بن آثال فربطوہ بساریۃ من سواری المسجد" الخ، پس اس واقعہ سے بھی ثابت ہوا کہ مشرک کو مسجد مین داخل کرنا جائز ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو ثمامہ کو تین دن تک مسجد مین کیون اسیر رکھا جاتا؟ خود آنحضرۃ صلعم اسکی اسیری کو دوسری جگہ منتقل فرما دیتے، چنانچہ امام بخاری نے جواز دخول مشرک پر اسی واقعہ سے استدلال کیا ہے۔ اور یہ اس فقیہ الامۃ کے کمال دقتِ نظر و استنباط اور منتہاے مرتبۂ اجتہاد و فقاہۃ فی الدین سے گے

خود ہمکو آرزو کرنی تھی، اور جسکو اول دن ہی سے شروع ہوجانا تھا، کاش اگر ایسا ہوتا تو ہندوستان مین مسلمانون کا نوصدیون سے متصل قیام بے اثر ثابت نہ ہوتا اور آج ملک کے سارے تفرقے مٹ گئے ہوتے، مین جب رانچی مین نیا نیا آیا اور جامع مسجد مین جمعہ کے خطبون کا سلسلہ شروع ہوا تو شہر کے بہت سے تعلیم یافتہ ہندؤن اور وکلا وغیرہ کو تقریر سننے کا شوق ہوا، انہون نے کہلایا کہ کوئی صورت اختیار کیجیے کہ ہم بھی تقریر سن سکین، مین نے جواب دیا کہ نظربندی کی قیود کی وجہ سے عام مجالس کا انعقاد آپ لوگون کے لیے موجب مشکلات ہوگا، اگر شوق ہو تو مسجد مین کیون نہین آتے؟ اس پر ان لوگون کو تعجب ہوا کہ مسجد مین عین جمعہ کے موقعہ پر ہم لوگ کیونکر جا سکتے ہین؟ لیکن مین نے عین جمعہ کے دن انکے مسجد مین آنے اور ایک مناسب مقام سے خطبہ سننے کا انتظام کر دیا، اس کے بعد انجمن اسلامیہ قائم ہوئی، اور اسکی تمام مجالس بھی مسجد ہی مین منعقد ہوتی رہین، ان مین بھی تمام ہندو شریک ہوتے رہے صرف اتنی سی بات سے جو نتائج حسنہ پیدا ہوئے وہ شاید برسون کے وعظ و تبلیغ اور آجکل کے مجادلانہ مناظرات و مباحث سے بھی پیدا نہ ہوتے، اور ان کا اندازہ ابھی باہر کے لوگ نہین کر سکتے، جب تک ایک بڑی طولانی سرگذشت نہ سنائی جائے۔

## فصل

منجملہ خصائص خمسہ اسلام کے یہ ہے کہ "جعلت لی الارض مسجداً وطہوراً" (بخاری) خدا کی ساری زمین اسلام کے لیے مسجد ہے:

ہر جا کنیم سجدہ، بہ آن آستان رسد!

جس اسلام کی اس وسیع اور غیر محدود عبادت گاہ کو ہزارون قومون اور مذہبون کا رہنا اور بسنا ناپاک نہ کرسکا اسکی چار دیواری کے اندر گھری ہوئی عبادت گاہ کو غیر مسلمون کا داخل ہونا کب بے احترام کرسکتا ہے؟

(الی ان قال) کما حکی انہ علیہ السلام لما انزلھم فی مسجدہ وضرب لھم خیمۃ قال الصحابۃ قوم انجاس فقال علیہ السلام لیس علی الارض من انجاسھم وانما انجاسھم علی انفسھم" (تکملہ فتح القدیر جلد میری۔ (۱۳) عبارت ہدایہ کا اشکال اور شارح کا جواب اور ادلہ شافعیہ کی تحقیق آگے آے گی، شارح نے نزول وفد ثقیف پر صحابہ کے اعتراض اور اس کے جواب والی روایت جن الفاظ مین نقل کی ہے گو وہ الفاظ نہین، مگر معنیً صحیح ہی اور اصلی روایات اوپر گذر چکین، نقل متن اور حفظ اسناد کا یہ وہ تساہل ہے جو جابجا خود صاحب ہدایہ نے کیا ہے اور متاخرین فقہاء حنفیہ مین عینی اور ابن ہمام کے سوا سب کرتے ہین۔

اسیطرح درمختار مین ہے "وجاز دخول الذمی مسجداً ولو جنباً" (باب الکراہیۃ)

قاضی ابن رشد، بدایہ مین لکھتے ہین "وجوزوا (الحنفیۃ) مطلقاً" یعنی حنفیہ کے نزدیک مطلقاً ذمیون کا مسجد مین داخل ہونا جائز ہے (بدایۃ المجتہد شہر مین ہے اور مین مورآبادی مین یہ مضمون لکھ رہا ہون، اس لیے صفحہ کا حوالہ نہین دے سکتا۔ کتاب الکراہیۃ دوسری جلد مین ہوگا)

## فصل

باقی رہی آیۃ قرآنی کہ اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا تو اس کے متعلق چند امور غور طلب ہین:

اولاً یہ حکم خاص مسجد حرام (مکہ) کی نسبت ہے، یا تمام مساجد کے لیے؟ تو ائمہ اربعہ نے اتفاق کیا کہ خاص مسجد حرام کی نسبت ہے اور ظاہر آیۃ کا یہی منطوق ہے۔

ثانیاً نجاست کی تحقیق کہ نجاست سے یہان مراد ظاہری ہے، یا معنوی؟ تو تمام ائمہ اہل سنۃ کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ نجاست سے مراد نجاست معنوی یعنی اعتقاد و شرک کی نجاست قلبی ہے نہ کہ نجاست جسمی۔ اور دلائل کتاب و سنۃ اسپر ناطق و شاہد، اور احتیاج بیان و تفصیل نہین۔"

شواہد مین سے ہے، کتاب الصلوٰۃ مین ایک خاص باب اس عنوان سے قائم کیا ہے "دخول المشرک فی المسجد"، یعنی مشرک کا مسجد مین داخل ہونا، اور اس مین اسی واقعہ سے استدلال کیا ہے اور معلوم ہے کہ فقہ بخاری کے تراجم ابواب مین ہے۔

## فصل

چنانچہ انہی ادلہ سنیۃ کی بنا پر ائمہ مجتہدین و فقہاء امصار اس طرف گئے ہین کہ غیر مسلمو نکا مسجد مین داخل ہونا مسلمانونکے اذن سے جائز ہی، اور علی الخصوص حضرۃ امام ابو حنیفہ رح کا مذہب تو اس بارے مین متعلمین ہدایہ تک کو معلوم ہی، انکے نزدیک مطلقاً بلا قید و استثناء جائز ہی، اذن کی بھی شرط نہین، اشباہ والنظائر مین ہی "ولا یمنع من دخول المسجد جنباً بخلاف المسلم ولا یتوقف جواز دخولہ علی اذن مسلم عندنا ولو کان المسجد الحرام"، یعنی ذمی کا مسجد مین داخلہ ممنوع نہین، اگرچہ جنبی ہو، اور حنیفہ کے نزدیک مسلمان کی اجازت بھی ضروری نہین اگرچہ مسجد حرام ہو، ہدایہ مین ہی "ولا بأس بان یدخل اہل الذمۃ المسجد الحرام (الی ان قال) ولنا ما روی ان النبی صلعم انزل وفد ثقیف فی مسجدہ وہم کفار ولان الخبث فی اعتقادہم فلا یؤدی الی تلویث المسجد" (کتاب الکراہیۃ: مسائل متفرقہ) یعنی ہمارے نزدیک کوئی مضائقہ نہین اگر ذمی مسجد حرام مین داخل ہون، برخلاف امام شافعی کے جو عام مساجد مین دخول کو جائز قرار دیتے ہین، مگر مسجد حرام مین نہین، اور دلیل ہماری وفد ثقیف کا مسجد مین نزول ہی، حالانکہ وہ کفار تھے، اور اس لیے کہ مشرک کا خبث اس کے اعتقاد کا خبث ہے، جسم کا نہین جس سے مسجد کے ملوث ہونے کا اندیشہ ہو، قاضی زادہ اسکی شرح مین لکھتے ہین: "قال بعض المتاخرین ظاہرہ ان ہذا دلیلاً آخر ولا وجہ لہ لحق التعبیر حرف التعلیل لیکون اشارۃ الی دفع ان یقال کیف انزلہم فی مسجدہ وقد وصفہم اللہ بکونہم انجاساً؟ اقول لیس ذاک بشئی اذ لا شک فی صحۃ ان یکون ہذا دلیلا اخر عقلیاً لنا، فان الخبث اذا کان فی اعتقادہم لا یؤدی الی تلویث المسجد فلا یکون فی دخولہم المسجد بأس

فتح القدیر

اور اس مقام، اور اس مقام کے ایسے اطراف و حوالی کو جہان کا داخلہ حرم کے داخلہ تک منجر ہو سکتا ہی ہمیشہ صرف اہل اسلام ہی کے لیے مخصوص و محفوظ رکھین، حافظ نووی شرح مسلم مین لکھتے ہین، "فلا یجوز تمکین کافر من دخولہ بحالٍ فان دخل فی خفیۃ وجب اخراجہ، فان مات و دُفن فیہ ینبش و اخرج مالم یتغیر ھٰذا مذہب الشافعی وجماہیر الفقہاء - وجوز ابوحنیفۃ دخولھم الحرم (مطبوعہ دہلی صفحہ ۴۳ جلد ۲) یعنی کسی حال مین جائز نہین کہ غیر مسلم کو حدود حرم مین داخل ہو دیا جائے اور اگر کوئی غیر مسلم پوشیدہ داخل ہو تو اس کا اخراج واجب ہے اور اگر وہ مکہ مین مرجائے اور دفن بھی ہو جائے تو چاہیے کہ قبر کھودی جائے اور لاش نکال دی جائے، اگر متغیر نہین ہوئی ہے - انتہیٰ، سو یہ اس مذہب جمہور کی خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت اور حضرت عمرؓ کا باتفاق و اجماع جمیع صحابہ واضح و صریح عمل ہے، (کما سیاتی) اور یہ کہنا کہ نہی تکوینی ہے تکلیفی نہین اس بارے مین بالکل غیر مفید ہے، کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ نہی اقتراب مین کمال مبالغہ منع دخول کے لیے ہے، اور جب منع دخول مین مبالغہ ہوا تو ظاہر ہے کہ قرب کی ہر صورت و حالت اس نہی مین داخل ہو گی، اور جب خود شریعت نے اس بارے مین مبالغہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ عملاً کمال وشدۃ منع اور مبالغہ در منع اقتراب مطلوب شارع ہی عربی مین کہین گے "لا ارینک ھاھنا" تو اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ کسی حال مین بھی تم کو یہان ہم نہین دیکھ سکتے، اُردو مین کہین گے "تم اس جگہ کے پاس بھی نہ پھٹکو" یعنی کسی حال مین بھی تمھارا یہان آنا ہمین گوارا نہین، اور اس مین شک نہین کہ جمہور ہی کا مذہب اس بارے مین حق و قوی ہے اور اسی لیے تیرہ سو برس سے تمام اہل اسلام قرناً بعد قرن اسی پر عمل کر رہے ہین عثمانی حکومت کا سرکاری مذہب حنفی ہے، مگر معلوم ہے کہ انھون نے بھی ایک دن کے لیے امام صاحب کے اس مذہب پر عمل نہین کیا، اور ان کے تمام دور حکومت مین کوئی مثال اسکی نہین مل سکتی کہ کسی غیر مسلم تاجر یا معمار و صناع یا طبیب و سفیر کو سخت ضرورت کے مواقع مین بھی حدود حرم کے

فذهب الجمہور من السلف والخلف ومنہم اہل المذاہب الاربعۃ الی ان الکافر لیس بنجس الذات، لان اللّٰہ احلّ طعامہم، وثبت عن النبی صلعم فی ذلک من فعلہ وقولہ وتقریرہ مایفید عدم نجاستہ ذواتہم، فاکل فی آنیتہم وشرب منہا وتوضأ فیہا، وانزلہم فی مسجدہ وغیرذلک من الادلۃ النقلیۃ والعقلیۃ۔

ثالثاً فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ الخ سے مقصود کیا ہے؟ تو حنفیہ اس طرف گئے ہین کہ یہ نہی تکوینی ہے۔ تکلیفی نہین، وہ اسکو محمول کرتے ہین کفار کے ایسے قرب پر جو غلبہ واستیلاء کے ساتھ ہو، یعنی آیندہ کفار کو مسجد حرام مین پانون جمانے کا موقعہ نہ دیا جاے "قرب" کا لفظ منع استیلاء وتمکین کے لیے کمال مبالغہ ہے: "وانما نہوا عن الاقتراب للمبالغۃ فی المنع من دخول الحرم ونہی المشرکین ان یقربوا راجع الی نہی المسلمین عن تمکینہم من ذلک" (تفسیر ابوالسعود حنفی)

اور ہدایہ مین ہے: "والآیۃ محمولۃ علی الحضور استیلاءً واستعلاءً" (باب الکراہیۃ) اور حاشیۂ عنایہ سعدی چلپی مین ہے: "ای علی منعہم ان یدخلوہا مستولین وعلی اہل الاسلام مستعلین وایضاً النہی تکوینی لا تکلیفی"۔ اور شامی مین ہے: وحاصلہ انہ خبر منفی فی صورۃ النہی" نتیجہ اس سے یہ نکلا کہ حنفیہ کے نزدیک مسلمانون کے لے جائز نہین، کہ غیر مسلمون کو مسجد حرام مین غلبہ وتمکین کے ساتھ داخل ہونے دین۔ لیکن اگر کسی خاص عارضی ضرورت سے کسی غیر مسلم کو آنے دیا جائے، مثلاً تعمیر عمارات یا تجارت یا غیر مسلم حکومتون کے غیر مسلم سفراء، تو جائز ہے، لیکن ائمہ ثلاثہ اور جمہور سلف وخلف امۃ اور تعامل مستمرۂ اہل اسلام اس مذہب کے خلاف ہے، اور عملاً اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ آیہ کریمہ فلا یقربوا المسجد الحرام الخ اپنے نص منع دخول مین عام ومطلق اور ظاہر وغیر ماؤل ہے۔ یعنی کسی حال مین بھی کوئی غیر مسلم مسجد حرام کے حدود مین داخل نہین ہو سکتا اور مسلمانون پر فرض ہے کہ وہ غیر مسلم کے قرب مکانی کو اگرچہ وہ عارضی اور بلا تمکن واستیلاء ہو، روکین اور

روکنا چاہتی بلکہ ذرائعِ مفاسد کو بھی روک دیتی ہے، بلکہ بسا اوقات جو اہتمام واشتداد اصل مفاسد کے دفع ومنع مین نظر آتا ہے، ویسا ہی اہتمام وسائل وذرائع کے سدباب مین بھی ملحوظ رہتا ہے، شریعت کے تمام احکام اور شارع کے تمام اعمال مین اس کے اشباہ ونظائر بکثرت موجود ہین، اور یہ منجملہ خصائص دین آخری کے ہے کہ صرف برائیون ہی کو نہین روکا بلکہ ان راہون کو بھی بند کردیا جو برائیون تک پہنچا سکتی تھین، پس زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ منع دخول غیر مسلم بلا تمکین واستیلا رفقہا کی اصطلاح مین لذاتہ نہین ہے بلکہ لغیرہ ہے، لیکن اس کے ممنوع ہونے مین کوئی شک نہین۔

غرضکہ اس بارے مین حنفیہ کا مذہب نہایت ضعیف ہے اور قوی ومنتی بہ وہی ہے جو ائمہ ثلاثہ وجمہور کا مذہب ہے کہ مسجد حرام مین غیر مسلم کو داخل ہونے دینا کسی حال اور کسی شکل مین بھی جائز نہین اور اسی پر تیرہ سو برس سے مسلمانون کا عمل ہے، گذشتہ ازان ظاہر نص بھی مطلقاً منع پر ناطق ہے اور اصول مین طے پاچکا ہے کہ منطوق مفہوم پر مقدم ہے۔ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ نص سنۃ اور عمل صحابہ سے بھی اسی مذہب کی تائید ہوتی ہے، آنحضرۃ صلعم کی زبانِ مبارک سے مرض الموت مین آخری وصیت جو نکلی وہ یہ تھی "اخرجوا الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب" (صحیحین عن ابن عباس وعائشہ وابی ہریرہ رض) اور "آخر ما تکلم بہ النبی صلعم لا یترک فی جزیرۃ العرب دینان" وفی روایۃ "لا یجتمع دینان فی جزیرۃ العرب" اور اسی وصیت کی تعمیل مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر اور یمن کے یہود ونصاریٰ کو عرب سے خارج کردیا اور بلاد شام وسواد عراق مین آباد کرایا۔ حافظ عسقلانی نے فتح الباری مین ایک قول نقل کیا ہے کہ حضرۃ عمر کے اجلا کردہ اہل کتاب کی تعداد تقریباً چالیس ہزار تھی اور یمن کی نسبت لکھا ہے کہ "ھم اھل نجران" اور یہ جو کچھ کیا تمام صحابہ کے مشورہ واتفاق سے، اور اس سے صحابہ کا اجماع صحیح وکامل معنون مین ثابت ہوگیا۔ باقی رہا یہ اعتراض

اندر جانے کا موقع دیا گیا ہو، بلکہ ایک سے زیادہ واقعات اس کے خلاف تاریخ عہد عثمانیہ مین موجود ہین،

اصل یہ ہے کہ دین حق کے قیام اور امتہ مسلمہ کے بقا کے لیے ضروری تھا کہ جس طرح تعلیم و احکام کو ہمیشہ کے لیے اوراق و صحف مین محفوظ کر دیا گیا (یعنی کتاب و سنتہ بحکم " اوتیت الکتاب ومثلہ معہ ") اسی طرح باعتبار مکان کے بھی ایک مرکزی مقام ہمیشہ کے لیے ایسا مقرر کر دیا جاتا جو صرف حق پرستاران حق کے لیے مخصوص ہوتا، اور وہان کی فضاء ہدایت کی پاکی شرک و فساد کی ناپاکی سے کبھی مکدر اور ملوث نہ ہوتی، اللہ تعالی نے ان بے شمار مصالح و حکم کی بنا پر (جو اپنے مقام پر معلوم و منضبط ہین) سرزمین حجاز کو اس غرض سے منتخب فرمایا، اور یہی ناف زمین دنیا کی آخری و باقی ہدایت و سعادت کے لیے ایک مرکزی سرچشمہ و درسگاہ کی حیثیت سے قایم کی گئی، ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ پس ضرور تھا کہ اسکو صرف اسلام ہی کے لیے مخصوص کر دیا جاتا، تاکہ کرہ ارضی کے سخت سے سخت عہد فساد مین بھی ایک مرکز و منبع ہدایت ہمیشہ قایم و محفوظ رہے، درخت کی جڑ اگر سلامت ہے تو ٹہنیون اور پتون کے مرجھا جانے سے باغ ویران نہین ہو جا سکتا، یہی معنی ہین اس آیہ کریمہ کہ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا اور جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیَامًا لِّلنَّاسِ اور وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا۔ اور چونکہ یہ مقصد حاصل نہین ہو سکتا تھا۔ جب تک اس مین کمال مبالغہ و اہتمام نہ کیا جاے کیونکہ طبائع انسانی تساہل پذیر و حیلہ جو، اس لیے ناگزیر ہوا کہ نہ صرف غیر مسلمون کے قبضہ و تمکین کو بلکہ سرے سے انکے قرب وجود ہی کو ہمیشہ کے لیے روک دیا جاے کیونکہ اگر آمد و رفت کا دروازہ کھلا رہے گا تو خصوصیت اسلام و اہل اسلام کی اہمیت باقی نہ رہے گی، طبیعتین اسکی متحمل اور خوگر ہو جائین گی کہ غیر مسلمون کو بھی حرم مین مسلمانون کی طرح موجود دیکھین، اور ایسا ہوا تو کل کو قبضہ و استیلاء کا دروازہ بھی کھل جائے گا اور طبیعتین اسکو بھی گوارا کرین گی

اور معلوم ہو کہ منجملہ مہات اصول شریعت کے ایک اصل عظیم یہ ہے کہ شریعت صرف مفاسد ہی کو نہین

جلاوطن کر دینا کب مقتضا، عدل فاروقی ہو سکتا ہے؟ کیا حضرۃ عمر کی وہ حکومت جس نے تخت کسریٰ کو ہمیشہ کے لیے الٹ دیا اور مصر کی رومانی حکومت کا چند ہفتون کے اندر خاتمہ کر دیا، یہود خیبر کی سیاست وتنبیہ سے عاجز تھی؟ بہرحال حضرۃ عمر نے باتفاق جمیع صحابہ جو کچھ کیا وہ دراصل اسی وصیت نبوی کی تعمیل تھی کہ "اخرجوا الیھود والنصاری من جزیرۃ العرب" اور جن لوگون نے حسن وقبح اشیا، کا معیار یورپ کی نام نہاد تہذیب وتمدن کو قرار نہین دیا ہے، بلکہ حقیقت اور عقل صحیح وقیاس صالح کو، تو انکو اس توجیہ وتلمیع کی کوئی ضرورت نہین، سورۂ براۃ کی تفسیر مین اس مسئلہ کو بہ تفصیل لکھ چکا ہون، اور اس کے مطالعہ سے واضح ہو جائیگا کہ یہ حکم شریعت مقتضائے عدل وانصاف کے عین مطابق ہے اور کسی تاویل رائی وقیاسی کی اس کے لیے ضرورت نہین خواہ وہ فلسفۂ تاریخ کے نام سے پیش کی جاے، خواہ فلسفیانہ وعجمی فقاہتہ کے نام سے۔

کیا تیرہ سو برس کا تجربہ، اور صدیون کے وقوعی نتائج وحوادث اس حکم قرآنی اور وصیتہ نبوی کی تفسیر کے لیے کافی نہین؟ کیا یہ حقیقت نہین ہے کہ بے شمار مقامات بلکہ بڑے بڑے براعظمون اور اقلیمون پر غیرون کے قبضہ کی بنیاد استیلاء وتسلط سے نہین بلکہ محض قیام وقرب اور آمد ورفت سے پڑی؟ پہلے دروازہ کھلا، قیام وسیاحت کا، پھر تجارت کا، اور اسکے بعد رفتہ رفتہ تاجرون سیاحون پیشہ ورون، محکوما نہ متوطنون نے حاکم وقاہر کی صورت اختیار کرلی، مصر مین پیشہ وصناعۃ کے نام سے تقریب ہوئی، ہندوستان مین تجارت کے وسیلہ سے۔ اور جواز دخول حرم کی جو صورتین حنفیہ کی جانب سے بیان کی جاسکتی ہین وہ بہتر سے بہتر اور محدود سے محدود شکل مین یہی ہو سکتی ہین پھر اگر فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ کے یہی معنی قرار دیے جائین کہ صرف قرب بحالت استیلاء وتمکین ممنوع ہے۔ نفس قرب وتقریب ممنوع نہین۔ تو اس کے معنی بجز اسکے اور کیا ہو سکتے ہین کہ حرم پر غیر مسلمون کا قبضہ وتسلط تو ممنوع ہے، مگر قبضہ وتسلط کا دروازہ کھولنا ممنوع نہین، پھر کیا ایسا اجتہاد

کہ حضرۃ ابوبکر نے اپنے عہد خلافۃ مین اور حضرۃ عمر نے اہل خیبر کی شرارتون اور واقعہ عبداللہ بن عمر
سے پہلے ایسا کیون نہین کیا؟ تو معلوم ہے کہ تعمیل وصیت کے لیے ضرور تھا کہ تنفیذ وصیت پر تمکین
حاصل ہو۔ حضرت ابوبکر کو اہل ردت کے قتال وغیرہ مہمات نے مہلت نہ دی، اور حضرۃ عمر خلیفہ
ہوتے ہی ایران وعراق اور شام کے مہمات عسکریہ مین مشغول ہو گئے جب یہود خیبر کی شرارتون نے
خود مناسب موقعہ پیدا کر دیا، تو یہ معاملہ انجام پایا، اور جس طرح مہمات احکام وشرایع شارع کے
عہد مین بتدریج تکمیل کو پہنچے نہ کہ بغتۃً و دفعۃً واحدہ، اسی طرح ضروری تھا کہ مہمات ملکی واحکام متعلق تدابیر
سیاسی شارع کے بعد عہد خلفاء راشدین مین تدریج تکمیل کو پہنچین۔ لیکن اسکے بعد کسی کے لیے
گنجایش نہین ہے کہ محض راے وتخمین کی بنا پر نص صریح کا مقابلہ کرے، اور ظنی تعلیلات شخصیہ غیر
موید بالنص سے نص قرانی اور وصیۃ نبوی کو رد کر دے، مولانا شبلی مرحوم نے الفاروق مین واقعہ
اجلاء اہل کتاب کی یہ توجیہ کی ہے کہ یہود خیبر اور نصاریٰ یمن بغاوت کی تیاریان کرتے تھے اسلیے
مجبور ہو کر حضرۃ عمر نے نکال دیا، مولانا مرحوم کو اس توجیہ کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ وہ
حضرۃ عمر کے اعمال کو یورپ کے ادعائی مذاق کے مطابق دکھلانا چاہتے تھے، اور چونکہ "لایترک
فی جزیرۃ العرب دینان" کا معاملہ انکے خیال مین آجکل کی تہذیب و روشن خیالی کے خلاف
تھا اور اسکی کوئی عقلی مصلحت وحکمت پیش نظر نہ تھی، اس لیے ناچار یہود خیبر کی شرارت اور واقعہ
ابن عمر مندرجہ بخاری کتاب الشروط سے متشبث ہوے اور تعمیل وصیۃ نبوی کے معاملہ کو محض دفع
بغاوت کا ایک سیاسی وعارضی واقعہ بنا دیا جیسے واقعات یورپ کی نام نہاد متمدن حکومتون
مین غیر مذہب رعایا کے ساتھ ہمیشہ پیش آتے رہتے ہین حالانکہ یہود خیبر کی شرارت اور حضرت
عبداللہ کو گرا دینا، ایک ایسا واقعہ تھا جو اس معاملے کی تنفیذ وتکمیل کے لیے محرک ہوا، لیکن
اصلی علت یہ نہین ہو سکتی۔ بالفرض اگر تمام یہود خیبر بغاوت کے لیے آمادہ بھی ہو گئے تھے، تو

عام مساجد مین داخل ہونا اذن اہل اسلام سے جائز ہے مگر مسجد حرام مین نہین، وہ مستثنےٰ ہے۔ خلافاً للحنفیہ، چنانچہ حافظ نووی شرح مسلم مین لکھتے ہین" اما قوله تعالیٰ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ فهو خاصٌّ بالحرم ونحن نقول لا يجوز ادخاله الحرم (صفحہ ۲۳۶ مطبوعہ دہلی)

اور دلائل انکے وہی ہین جو اوپر گذر چکے، لیکن صاحب ہدایہ نے اس موقعہ پر سخت تسامح کیا ہے اور اسی وجہ سے انکی عبارت مین اشکال پیدا ہوگیا جسکو قاضی زادہ نے دور کرنا چاہا، وہ لکھتے ہین" ولان الكافر لا يخلو عن جنابة لانه لا يغتسل اغتسالاً يخرجه عنها والجنب يجنب المسجد" یعنی امام شافعی کی دلیل منع دخول کے لیے یہ ہے کہ کافر ناپاک ہی کیونکہ وہ بوجہ غسل معتبر فی الشرع نہ کرنے کے کبھی جنابت سے خالی نہین ہوتا، پھر اس دلیل کا جواب دیتے ہین" والتعليل بالنجاسة عام فينتظم المساجد كلها"، اور" ولان الخبث فی اعتقاده فلا يؤدی الی تلويث المسجد" یعنی اگر کافر ناپاک ہے اور اس لیے اس کا داخل ہونا جائز نہین تو اس مین مسجد حرام کی کیا خصوصیت ہے؟ تمام مسجدون مین ممنوع ہونا چاہیے، حالانکہ خود امام شافعی اس کے قایل نہین، اور معلوم ہے کہ کفار کی اصلی نجاست اعتقاد کی نجاست ہے نہ کہ جسم کی" انتہیٰ، حالانکہ نہ تو امام شافعی کی یہ دلیل ہے اور نہ تعلیل بالنجاسۃ سے انکا یہ مطلب ہے جو صاحب ہدایہ نے قرار دیا ہے۔ خود ہی انکی جانب سے ایک دلیل قیاساً قرار دے لی ہے، پھر خود اسکا رد کر دیا ہے، اور خلافیات مین اسطرح کے تسامحات صاحب ہدایہ سے اور مقامات پر بھی ہوئے ہین، جیسے جواز نکاح متعہ کو حضرۃ امام مالک کی طرف منسوب کردینا وغیر ذلک، یہ کتاب الام اور شرح مہذب اور شرح مسلم نووی موجود ہے اور متقدمین و متاخرین شافعیہ کی ان سے زیادہ معتبر اور کون سی کتابین ہوسکتی ہین؟ امام شافعی کا استدلال صرف نص قرآنی فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ سے ہے جس نے خود ہی مسجد حرام کو خاص طور پر مخصوص و مستثنےٰ کر دیا، تمام مسجدون کے لیے ایسا حکم نہین دیا، اور اس ایک قاطع و ناطق دلیل ظاہر کے

تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ والامام لیس بمعصوم حتی نا ول له الشریعة ونترک نصوص الکتاب والسنة و لم یأذن الله ولا رسوله لاحد بهذه النصرة وما امرنا باتباع مذهب من المذاهب ورائی من آراء الرجال وار تکاب التحملات لتصحیحه و رضی الله عن مالک ابن انس حیث یقول مامن احد الایوخذ من قوله ویترک الاصاحب هذا القبر صلی الله علیه وسلم،

باقی رہا یہ کہنا کہ آیۂ سیف مقید ہے آیۂ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ، سے اور اس بارہ مین قاضی ابو یوسف رح کا مذہب، اور حدیث صحیحین "اخرجوا الیهود والنصاری" الخ کے مقابلے مین حدیث ابو عبیدہ بن الجراح سے استشہاد، اور نص کے مقابلے مین اخراج کی علت و مصلحت خود قرار دینا اور اس کو امام کی رائے پر مفوض کرنا، اور روایت بریدہ اسلمی کہ "فان ابوا فسلهم الجزیة فان اجابوک فاقبل منهم" اور اس سے استدلال تقریر مشرکین در حجاز پر بصورت ادا جزیہ وغیر ذلک، تو ان مین سے کوئی دلیل بھی ایسی نہین ہے جو نصوص صریحہ کتاب و سنت کے معارض ہوسکے، روایت ابو عبیدہ خود بغایت مضطرب ولایق احتجاج نہین، اور آخر تکلم آنحضرت "اخرجوا الیهود والنصاری" ہے جو نسخ جمیع ماسبق کے لیے قاطع و صریح، اور نص کے مقابلہ مین کوئی قیاس مسموع نہین، اور خود ائمہ و فقہا نے اجماع کیا، بطلان تعلیل بمصالح پر۔ اس لیے کہ تعلیل بمصالح مقبول نہین، تا وقتیکہ منضبط نہو، اور معلوم ہے کہ حکم و مصالح غیر منضبط

میں حاجت اطناب نہین اور اپنے مقام پر یہ بحث صاف ہو چکا ہے۔ علی الخصوص تفسیر البیان مین،

## فصل

اسی بنا پر حضرۃ امام شافعی نے اس بارہ مین مذہب تفصیل اختیار کیا، یعنی غیر مسلمون کا

یہی وجہ ہی کہ "ولان الخبث فی اعتقادھم" الخ کے جملہ مین حرف تعلیل نے شارحین کو مشکلات مین ڈال دیا۔ بعضون نے کہا "حق التعبیر حذف حرف التعلیل" اور قاضی زادہ کہتے ہین کہ اسکی ضرورت نہین۔ بلکہ یہ خود ایک دلیل مستقل عقلی ہے اور چونکہ اس سے پہلے نزول وفد ثقیف کا ذکر کیا گیا ہے، اور اسپر یہ شبہ وارد ہوسکتا تھا کہ "کیف انزلھم فی مسجدہٖ وھم کفار وقد وصفھم اللہ بکونھم نجسًا"؟ تو مصنف نے اس کا جواب دیا کہ "ولان الخبث فی اعتقادھم" الخ لیکن اس تشریح کی سیاق عبارت سے تائید نہین ہوتی، کیونکہ سلسلہ عبارتِ ہدایہ یون ہے "ولنا ما روی أن النبی علیہ السلام انزل وفد ثقیف فی مسجدہٖ وھم کفار ولان الخبث فی اعتقادھم" الخ پس "ولان الخبث" مین عطف اور تعلیل کا ہونا اسکو "ولنا" کے سلسلہ مین جوڑ رہا ہی، اگر یہ کسی اعتراض مقدر و محذوف کا جواب ہوتا تو عطف و تعلیل کا کیا موقعہ تھا؟ اصل یہ ہے کہ ان تمام کاوشون کی کچھ ضرورتِ نہین۔ بات وہی ہی جو اوپر بیان کی گئی، صاحب ہدایہ کی نظر شافعیہ کے دلایل پر نہ تھی، اس لیے انہون نے اپنے قیاس سے انکی تعلیل بالنجاستہ کو نجاست جسمی و جنبی پر محمول کیا، اور اسکو نقل کرکے پھر اسی سلسلہ مین جواب دیتے ہوے کہا "ولان الخبث فی اعتقادھم" الخ یعنی جب نجاستہ نجاستہ اعتقادی ہی تو اسکی بنا پر ممنوع کیون ہو؟ لیکن چونکہ امام شافعی کی یہ دلیل ہی نہین ہی اس لیے اس کا یہ جواب بھی نہین ہوسکتا، البتہ عام مساجد مین دخول کے جواز کے لیے یہ صحیح تعلیل ہے اور دلیل کا کام دے سکتی ہے۔

فلا یقربوا المسجد الحرام کے متعلق ایک پانچوان مسئلہ اور باقی رہگیا، یعنی مسجد حرام سے مقصود کیا ہے؟ صرف عمارتِ کعبہ یا اور بھی کچھ؟ تو اگرچہ ایک جماعۃ اس طرف گئی ہی کہ مقصود صرف احاطہ مسجد ہے

بعد اور کسی دلیل کی انکو ضرورت ہی کیا تھی؟ بلاشبہ وہ منع دخول کی علت نجاست کو قرار دیتے ہین، مگر اپنے قیاس و راے سے نہین، بلکہ اس لیے کہ خود قرآن ہی نے یہ تعلیل کر دی ہے، "اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ" "اِنَّمَا" اور اس کے بعد حرف "فا" کا آنا اپنی دلالت مین ظاہر و ناطق ہے۔ مگر وہ نجاست سے نجاست جسمی مراد نہین لیتے، اگر ایسا ہوتا تو اُنکے مذہب مین کفار کی ملامسة اور مواکلة [redacted] مشاربة جائز نہ ہوتی، جیساکہ امامیہ اور بعض ظاہریہ کے مذہب مین ہے، اور معلوم ہے کہ ایسا نہین ہے۔ پس وہ نجاست سے نجاست معنوی مراد لیتے ہین جو عام مسجدون اور مکانون کو تو ناپاک نہین کرسکتی۔ لیکن مسجد حرام کا مرکز و کعبہ ہدایت اور دارالتوحید اُنکے قرب و مس کا متحمل نہین، وہ اپنی فضا کو اس نجاست معنوی کی آمیزش سے ہمیشہ پاک اور بے میل رکھنا چاہتا ہے، کہ تمام کرہ ارضی مین کوئی ایک مرکزی مقام تو ہمیشہ توحید و ہدایت کے لیے محفوظ و مخصوص رہے، پس امام شافعی نے اگر اس بارہ مین حنفیہ کے عموم و اطلاق کی جگہ مذہب تفصیل اختیار کیا اور عام مسجد مین دخول کی اجازت دیتے ہوے مسجد حرام کو مستثنے کر دیا، تو یہ مذہب نصوصِ کتاب و سنۃ اور قیاس صحیح و حکمت شرعی کے عین مطابق ہے، اور اُن کے رد مین یہ کہنا کہ "والتعلیل بالنجاسة عام" اور "ولان الخبث فی اعتقادھم فلا یؤدی الی تلویث المسجد" بالکل بے کار بلکہ بے معنی ہے، قرآن نے جو تعلیل نجاست کی کی ہے، وہ عام نہین ہے، مسجد حرام کے لیے خاص ہے۔ اور خبث اعتقاد عام مساجد کو ملوّث نہین کرسکتا، البتہ مسجد حرام کی خالص اور بے مزج کفر پاکی کو ملوث کر دے گا۔

........................................................................

........................................................................

........................................................................

نقل کی ہین۔ پس جب اس بارے مین اس قدر روایات موجود ہین تو اُس شخص کی بات پر کان نہ دھرو جو ان احادیث صحیحہ و مستفیضہ سے مخالفت کرتا ہی۔ انتہیٰ۔ اور ان نصوص سنتہ کو صرف اس قیاس بحت کی بنا پر رد کردینا کہ مقصود حرمت سے حرمت تعظیمی ہے نہ کہ تشریعی (جیسا کہ تورپشتی اور صاحب مرقات وغیرہما نے لکھا ہے) تو یہ صریح نص شارع کو رد کردینا ہے محض قیاس ورائے سے اور ابداً مسموع نہین، اور اسیطرح حدیث ابوعمیر عند مسلم سے استدلال، سو اوّل تو وہ مفید عدم تحریم نہین، ثانیاً دونون مین یون توفیق ہوسکتی ہے کہ احادیث ناطق حرمتہ موخر ہین حدیث ابوعمیر سے، یا ابوعمیر کی حدیث مخصّص ہے اور تخصیص سے عدم تحریم لازم نہین آتی، قالہ الشوکانی فی النیل۔ پس جب مدینہ کے لیے بھی حرم مثل مکہ کے نصاً ثابت ہوا۔ اور منجملہ احکام حدود حرم کے منع جواز دخول غیرمسلم ہی، تو معلوم ہوا کہ فلایقربوا کے حکم مین مدینہ بھی داخل ہے اور مدینہ مین بھی غیرمسلمون کا داخل ہونا کسی حال مین جائز نہین، وھٰذا ھوالحق الصریح الذی لایرتاب فیہ،

# فصل

ایک ضروری تکڑہ اس مسئلہ کا اور رہ گیا، یعنی مساجد مین غیرمسلمون کا داخل ہونا مطلقاً جائز ہے، یا مسلمانون کی اجازت کے ساتھ مقید ہے؟

گذشتہ صفحات سے واضح ہوچکا ہے کہ حضرۃ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے مسلمانون کے اِذن کی ضرورت نہین۔ لیکن امام شافعی وغیرہم ائمہ کے نزدیک مسلمانون یا مسلمانون کے امام کی اجازت وطلب کے بغیر جائز نہین، ولایتوقف جواز دخولہ علی اذن مسلم عندنا" (اشباہ والنظائر) اور اصح اور مصالح شرعیہ سے اوفق مذہب امام شافعی ہی کا ہے، چنانچہ اسی لیے اس تحریر کے عنوان مین "مسلمانون کے اِذن" کی قید لگادی گئی ہے، ممکن ہے کہ حضرۃ امام ابوحنیفہ کے زمانے مین اس قید کی ضرورت نہو، جبکہ اسلامی حکومتین غالب حصۂ ارض پر قایم تھین اور

لیکن جمہور کا مذہب یہ ہی کہ "مسجد حرام" سے مقصود تمام حرم ہی۔ اور یہ از قبیل اطلاق اسم جزبر کل ہی جسکے نظائر خود قرآن مین موجود ہین، مثلاً "سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی" مین بالاتفاق مسجد حرام سے مقصود مکہ معظمہ ہے نہ کہ نفس مسجد، کیونکہ معلوم ہی کہ اسرٰی کا معاملہ آپ پر جب واقع ہوا تو آپ اُمّ ہانی کے مکان مین تھے، نہ کہ مسجد حرام مین، اور اسی طرح مسجد اقصٰی سے مقصود بیت المقدس ہے نہ کہ صرف ہیکل، عطا کا قول حافظ ابن کثیر نے تفسیر مین نقل کیا ہے "الحرم کلّہ مسجد" باقی رہی مدینہ منورہ کی حیثیت شرعی کہ وہ حرم ہے یا نہین؟ تو گو بعض فقہا اس طرف گئے ہین کہ مدینہ مثل مکہ کے حرم نہین لیکن فی الجملہ اس کے حرم ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور حق وہی ہے جو ائمۂ ثلاثہ و جمہور کا مذہب ہی کہ مدینہ بھی مثل مکہ کے حرم ہی اپنے تمام احکام و خصائص مین۔ دلیل اسکی ایک سے زیادہ احادیث صحیحہ مرفوعہ ہین، از انجملہ حدیث علیؓ عند بخاری و مسلم و حدیث ابن ابی وقاصؓ و انس بن مالکؓ و جابر بن عبد اللہؓ و ابی ہریرہؓ وغیرہم، حافظ نووی شرح مسلم مین لکھتے ہین "ھٰذا الحدیث صریح فی الدلالۃ لمذھب مالک والشافعی واحمد والجماھیر فی حرم صید المدینۃ وشجرھا لما سبق، وخالف فیہ ابو حنیفۃ وقد ذکرھا ھنا مسلم فی صحیحہ تحریمھا مرفوعًا عن النبی صلعم من روایۃ علی وسعد بن ابی وقاص وانس وجابر وابی ھریرۃ وعبد اللہ بن زید و رافع بن خدیج وسھل بن حنیف و ذکر غیرہ من روایۃ غیرھم ایضًا۔ فلا یلتفت الی من خالف ھٰذہ الاحادیث الصحیحۃ المستفیضۃ" اھ (مسلم مع نووی مطبوعہ دہلی صفحہ ۴۴۱) یعنی یہ حدیث صریح ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کے مذہب کی تائید مین کہ مدینہ کے لیے بھی حرم ہے، البتہ امام ابو حنیفہ نے اسکی مخالفت کی اُنکے نزدیک مدینہ حرم نہین، اور مسلم نے مدینہ کی تحریم پر استدلال کیا ہی احادیث مرفوعہ سے جو حضرۃ علیؓ، سعدؓ، انسؓ، جابرؓ، ابو ہریرہؓ، عبد اللہ بن زیدؓ، رافعؓ اور سہل بن حنیفؓ کی روایات سے ثابت ہین اور مسلم کے علاوہ دیگر ائمہ نے اور راویون سے بھی احادیث

بحالت معاملات مشترکہ پر اُنسے مجالس مسجد مین مشورہ کرین اور انکی واقفیت وتجارب سے فائدہ اُٹھائین جس طرح حضرۃ عمر مجالس شوریٰ مین بعض اوقات غیر مسلمون کو خود بلاتے تھے اور ملکی معاملات پر اُن سے مشورہ کرتے تھے، مثلاً مسائل تشخیص اقسام زمین، وتعیین جزیہ، وتنظیم دفاتر، ودیوان ملکی اور بعض امور متعلق سواد عراق ومصر پر ذمیون کو بلانے اور مشورہ کرنے کے واقعات مندرجہ فتوح البلدان وکتاب الخراج وطبری وغیرہ۔ لیکن بغیر مسلمانون کی اذن وطلب کے شرعاً جائز نہوگا، کہ کوئی غیر مسلم مسجد کے اندر داخل ہو۔ اگر داخل ہوگا تو یہ مسلمانون کے مذہبی احکام مین مداخلت متصور ہوگی، اور قطع نظر مذہب ائمہ ثلاثہ وجمہور کے خود احادیث باب پر غور کیا جاے تو ان سے بھی یہ کہان ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلمون کا دخول بلا اذن ورضاء امام ومسلمین مطلقاً جائز ہے؟ وفد ثقیف کو آنحضرت صلعم نے خود مسجد مین ٹھرایا اور وفد نجران کو خود آنے اور نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ ثمامہ بن آثال کو مسلمان گرفتار کرکے لاے اور آپکے حکم سے مسجد مین باندھ دیا۔ پس ان روایات سے بھی ثابت ہوا کہ امام وقت یا مسلمانون کی طلب و اذن سے غیر مسلم مساجد مین داخل ہوئے، اسی طرح آج بھی مسلمانون کو کرنا چاہیے۔ اذن کی قید کا ضروری نہ سمجھنا تو ایک طرح کی تفریط معلوم ہوتی ہے جسطرح مطلقاً منع مین تشدد وافراط ہے۔

## فصل

بعض اخبارات نے لکھا ہے کہ جب خود مسلمانون کے لیے جائز نہین کہ مسجد مین بلاطہارۃ داخل ہون تو ہندؤنکو بلانا اور بٹھانا کب جائز ہو سکتا ہے؟ چونکہ یہ خیالات ایسے لوگون نے ظاہر کیے ہین جنکی نسبت معلوم ہے کہ علوم دینیہ سے باخبر نہین، اسلیے اس بات پر چندان تعجب نہوا لیکن اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلمانون سے متعلق احکام پر غیر مسلمون کے احکام کو قیاس کرنا اور اس سے جواز وعدم جواز کا استنباط، اس قدر سخت نادانی ولاعلمی کی بات تھی کہ یا تو اُس پر بہت زیادہ ہنسا جاسکتا ہے یا بہت زیادہ رویا جاسکتا ہے۔ تیسری حالت کوئی نہین۔ اوّل تو تمام کتب فقہ حنفیہ مین صاف صاف لکھا ہے "ولا یمنع من دخول المسجد جنباً بخلاف المسلم"، یعنی غیر مسلم اگرچہ

غیرمسلم ہماری مسجدون مین حاکمانہ اور مساویانہ اقتدار کیساتھ داخل نہین ہوسکتے تھے بلکہ بحکم وَھُم صَاغِرُونَ محکومانہ اور مغلوبانہ۔ مگر اب ہماری حالت خصوصاً ہندوستان مین دوسری ہی۔ اور ہم کو صرف مسائل کے ایک ہی پہلو پر نظر نہین ڈالنی ہے بلکہ ہر طرف نظر دوڑانی اور صدہا پہلوؤن کا تحفظ کرنا ہے۔ اگر آج مسلمانون کے اِذن وطلب ورضا کی قید نہین لگائی جائے گی تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کل کو باہمی مخالفت وناچاقی کے زمانہ مین اس نظر سے مخالفانہ فائدہ اُٹھایا جاے گا، اور غیر مسلمون کی ایک مخالف جماعۃ مسجد کی بے حرمتی اور نمازیون کی ایذا وضرر کے لیے مسجدون مین بے تامل داخل ہوجائے گی۔ اور اس طرح مسلمانون کی عبادت گاہین ہمیشہ کے لیے ہندوستان مین بے پناہ ہوجائین گی، بلاشبہ ایسا تو نہین کیا جاسکتا کہ ہندوستان مین غیر مذاہب کے علایق اور اُن کی تلون مزاجیان دیکھکر ہم ایک فعل جائز اور فعل نبوی کو شرعاً ناجائز تبلادین اور اسکے صدہا برکات وفوائد کا دروازہ اپنے اوپر بند کرلین۔ اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ اصول شریعت اور آداب ووظائف افتا سے بے بہرہ ہے اور اسکو حق نہین پہنچتا کہ معاملات شرعیہ مین زبان کھولے، البتہ یہ ضروری ہے کہ قیام وبقاء احکام کے ساتھ وقت وحالات کے مقتضیات کی بھی رعایت ملحوظ رکھنی چاہیے کہ اگر ایسا نہ کیا جائیگا تو پہلی صورت سے بھی زیادہ مضرتین لاحق ہون گی۔ پس اس مین شک نہین کہ جواز دخول کو اذن مسلم سے مقید کردینا نہایت ضروری اور احکام ومصالح شرعیہ سے اوفق ہے، اور بغیر اذن کے بلاشبہ عدم جواز کا فتویٰ دینا چاہیے یعنی جب کبھی مسلمانون کا کوئی پیشوا یا مسلمانون کی کوئی جماعت غیر مسلم یا غیر مسلمون کی کسی صلح پسند اور دوست وحلیف جماعت کو مقاصد صالحۂ ملک وملت سے مسجد مین بلاے، یا کم از کم تقریراً انکے داخل مسجد ہونے پر راضی ہو تو ایسا کرنا شرعاً جائز ہوگا۔ وہ مجلس مین شریک ہوسکتے ہین۔ خطبات ومواعظ مسجد کو سن سکتے ہین۔ جماعۃ نماز کا منظر دیکھ سکتے ہین۔ اور ضرورت ہو تو غیر اوقات صلوٰۃ وجماعۃ مین جائز ومستحسن امور پر پوری آزادی سے تقریر بھی کرسکتے ہین، بلکہ خود مسلمانون کو چاہیے کہ حسب ضرورت

پر خود اللہ تعالیٰ نے گواہی دی، وہ تو کفار عبدۃ الاصنام طائف کے نزول و اقامت سے ناپاک نہین ہوئی اور اللہ کے رسول نے انکو ٹھرانے سے پہلے انکو غسل کر لینے کا حکم نہین دیا، لیکن آج ہندوستان کی مسجدین، ہندؤن کے چار گھڑی قیام سے ناپاک ہو جائین گی، اسلیے کہ احکام اسلام کے مطابق وہ غسل و طہارۃ کر نہین آتے! اگر موجودہ عہد کے علماء کی فقاہتہ افتاء کا معاملہ یہان تک پہنچ چکا ہی تو پھر بجز انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ دینے کے چارہ نہین! اور شاید اسکے پڑھ دینے کا وقت مدت ہوئی کہ آچکا اور گذر چکا!

## فصل

جب وقت کی علمی صلاحیتون کا یہ حال ہی تو عجب نہین، بعض حضرات اس تحریر مین جابجا "ذمی" کا لفظ دیکھکر یہ شبہ وارد کرین کہ "ذمیون" سے غیر مسلمون کی ایک خاص طرح کی جماعت مقصود ہے۔ عام طور پر تمام غیر مسلمون کے لیے یہ احکام کیونکر مفید جواز ہو سکتے ہین؟ ناچار اسکی نسبت بھی چند کلمات کا لکھنا ضروری ہوا۔ اولاً تو بنیاد جواز کی جو نصوص ہین ان مین ذمی و غیر ذمی کا سوال پیدا ہی نہین ہوتا، وفد نجران کے عیسائی تحقیق حال کے لیے آئے تھے۔ ابھی اسلام کے محکوم ہی نہین ہوے تھے کہ ذمیون مین انکا شمار ہوتا، یہی حال وفد ثقیف کے ارکان کا تھا اور ثمامہ بن آثال کے ربط ساریہ مسجد کی صورت تو بالکل واضح اور عدم امتیاز ذمی و غیر ذمی کے لیے ناطق ہی، حافظ ابن حجر عسقلانی اسی روایت کی شرح مین لکھتے ہین،

"وقیل یؤذن للکتابی خاصۃ وحدیث الباب یرد علیہ فان ثمامۃ لیس من اھل الکتاب"

(فتح الباری جلد اصفحہ ۴۶۶) ثانیاً کتب فقہ کی جو عبارتین نقل کی گئی ہین وہ صرف ذمیون کے متعلق نہین ہین بلکہ صریح الفاظ مشرکین و کفار کے موجود ہین، ثالثاً یہ مسئلہ متفرع ہے دراصل ایک اصولی حکم کے تصفیہ پر، یعنی اسلام نے غیر مسلمون کی جو قسمین قرار دی ہین انکے اعتبار سے ہندوستان کے ہندؤن کا شمار کس قسم مین کرنا چاہیے؟ فقہاء نے قسمین تین کی ہین۔ اہل کتاب، شبہ اہل کتاب، عامۃ مشرکین و عبدۃ الاوثان۔ اہل کتاب، اور شبہ اہل کتاب سے جزیہ قبول کرنے اور ذمہ لینے پر تو سب کا اتفاق ہی، اہل

جنبی ہو مسجد مین داخل ہونے سے نہین روکا جائیگا، برخلاف مسلمانون کے کہ وہ احکام اسلامی کی تعمیل پر مجبور ہین اور انکے لیے بحالت جنابۃ داخل ہونا جائز نہین، ثانیاً خود مسلمانون کے لیے بھی مقیم و عابر کا جو فرق کیا گیا ہے وہ ان لوگون کو معلوم نہین "وقد جوّزوا عبور عابر السبیل جُنباً"، ثالثاً تمام شور و شغب کے لیے قاطع یہ ہو کہ غیر مسلم فروع مین مخاطب ہی نہین کہ انکی نسبت احکام طہارۃ کا سوال پیدا ہو، کما تقرر فی الاصول۔ اور یہ بھی طے پاچکا ہے کہ شرعاً غیر مسلم باعتبار ذات و جسم کے پاک ہو اور لمس و مواکلۃ و مشاربۃ وغیرہ مین حکماً عام حالت طہارت جسم و لباس کی ہمارے لیے معتبر۔ اور مزید برآن معاملات طہارۃ جسم و لباس کی نسبت اگر غیر مذہبون کے مذہب مین احکام غسل وغیرہ موجود ہین، تو ہم ان کا ملنے جلنے اور معاشرۃ کے معاملات مین اعتبار کرین گے اور معلوم ہو کہ ہندوؤن کے یہان خود احکام غسل موجود و معمول بہا ہین، حتی کہ اس بارے مین ان کا حال حدِ غلو و تشدد اور توہم پرستی تک پہنچگیا ہو۔ پھر جب خود صاحب شریعۃ کا کفار عرب کو مسجد مین بلانا بلکہ بطور مہمان کے ٹھرانا ثابت ہوچکا ہے، حالانکہ مشرکین عرب ہندوستان کے ہندوؤن سے یقیناً زیادہ گندے اور بے احتیاط تھے اور اسی طرح اُس عہد کے رومن کیتھولک عیسائیون کو مسجد مین آنے دیا جن سے زیادہ گندی اور کثافت پسند قوم شاید ہی دنیا مین کوئی گزری ہو۔ تو پھر اب کسی مسلمان کے لیے کب جائز ہے کہ طہارۃ کی بناپر اس معاملہ کو ناجائز بتلائے؟ کیا اُن مساجد و اہل مساجد سے بھی بڑھکر تمہارے ہندوستان کی مسجدین مقدس ہوسکتی ہین جنکے نسبت خود قرآن نے شہادت دی کہ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ؟ اور فرمایا لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ یعنی بقول اصح اور حسب تفسیر ماثور مسجد نبوی نہ کہ مسجد قبا (کما ثبت عن ابی بن کعب مرفوعاً عند احمد، وعن ابی سعید الخدری عند مسلم، والترمذی والنسائی والبیہقی والحاکم وابن منذر و ابی الشیخ وابن ابی شیبۃ وغیرہم) فیا للہ ویا للعقول! جس مسجد مقدس کی بنیاد اول روز سے تقویٰ و طہارۃ پر پڑی جسکی دیوارین وحی الٰہی کا مورد و مہبط ہوئین اور جسکے نمازیون کی پاکی و ستھرائی

ہندوستان کے ہندوون کا شمار شبہ اہل کتابین مین ہے، نہ کہ قسماً عبدۃ الاوثان مین، اور شبہ اہل کتابین مین بھی مجوس سے کہین بلند تر مرتبہ رکھتے ہین، جب باوجود پرستش آتش و عدم انضباط شریعة واحکام، مجوسیون کی نسبت فرمایا "سنوا بھم سنة اھل الکتاب"، اور باوجود پرستش کواکب صابئین کو جمہور نے مثل اہل الکتاب کے قرار دیا، تو ظاہر ہے کہ ہندوستان کے ہندو باوجود ضبط شریعة واحکام، وحفظ علوم و تمدن، و ادعا، وجود صحف وکتب، محض پرستش قوی واشکال وصور مظاہر فطرة کی بناپر کیون اہل کتاب مین سے تسلیم نہ کیے جائین، حافظ ابن قیم صابئہ کی نسبت لکھتے ہین "انھم امة کثیرة واکثرھم فلاسفة، ولھم مقالات مشھورة، فانھم احسن حالا من المجوس، فاخذ الجزیة من المجوس تنبیه علی اخذھا من الصابئة بطریق اولی فان المجوس من اخبث الامم دیناً ومذھباً"، مین کہتا ہون کہ ہندوستان کے ہندو ان دونون قومون یعنی مجوسیون اور صابئہ سے بھی بدرجہا بہتر حالت وافضل حیثیت مذہبی ومدنی رکھتے ہین پس اگر ان دونون کا شمار شبہ اہل کتابین مین ہوا تو یہ اشارہ ہے اس طرف کہ ہندوون کا شمار بطریق اولی ہو گا۔

حافظ ابن المنذر نے حضرت علی علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے "أنا اعلم الناس بالمجوس۔ کان لھم علم یعلمونه وکتاب یدرسونه"، اور قاضی ابو یوسف نے بہ سلسلۂ اسناد روایت کی ہے "قال علیٌ انا اعلم الناس بھم کانوا اھل کتاب یقرؤنه وعلم یدرسونه، فنزع من صدورھم" (کتاب الخراج صفحہ ۷۴)، ولکن ضعفه جماعة من الحفاظ کما قاله ابن القیم (یعنی مین سب سے زیادہ مجوسیون کی نسبت علم رکھتا ہون، انکے پاس علم تھا جسکو پڑھتے پڑھاتے تھے اور کتاب (ژندا وستا) تھی جسکے درس ونظر مین مشغول رہتے تھے۔ مین کہتا ہون کہ آج ہر وہ شخص جسکو ہندوون کی حالت کا علم ہے، بعینہ یہی جملہ مع شئے زاید کہہ سکتا ہے کہ کان لھم علوم یعلّمونھا، وکتب یدرسونھا، وشریعة یعملون بھا ولکن ضلوا عن سواء السبیل کما ضل النصاری وقالوا ان اللہ ثالث ثلاثة۔ واتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ والمسیح ابن مریم۔ وما امروا الا لیعبدوا الٰھا واحدا سبحانه وتعالی عما یشرکون۔

کتاب ہین کے لیے نص قرانی حَتّٰی یُعۡطُوا الۡجِزۡیَةَ عَنۡ یَدٍ وَّهُمۡ صٰغِرُوۡنَ ناطق، اور مجوس کے لیے (کہ شبہ اہل کتاب ہین) نص سنتہ کہ "سنوا بھم سنة اھل الکتاب" (اخرجہ البخاری) اور حضرۃ عمرؓ کا اس معاملہ مین توقف اور عبدالرحمن بن عوفؓ کی شہادت کہ خود آنحضرۃ صلعم نے مجوس ہجر سے جزیہ قبول کیا اور پھر باجماع صحابہ مجوسیون سے جزیہ قبول کرنا وغیر ذلک من الادلہ باقی رہی قسم عام مشرکین کی تو حضرۃ امام ابوحنیفہ اور امام احمدؒ (فی احدی الروایتیہ) اس طرف گئے ہین کہ مشرکین عرب سے جزیہ لینا اور انکو اہل الذمہ مین شمار کرنا جائز نہین۔ انکے لیے بجز اسلام و سیف کے تیسری صورت نہین، مگر عجم کی تمام بت پرست اقوام سے جزیہ لیا جائیگا اور ان کا شمار اہل الذمہ مین ہوگا، قاضی ابویوسفؒ کتاب الخراج مین لکھتے ہین "وجمیع اھل الشرک من المجوس وعبدة الاوثان والنیران والحجارة والصابئین والسامرة توخذ منھم الجزیة ماخلا اھل الردة من اھل الاسلام واھل الاوثان من العرب فان الحکم فیھم ان یعرض علیھم الاسلام فان اسلموا والا قتل الرجال منھم وسبی النساء والصبیان،، (صفحہ ۳۷) متن ہدایہ کتاب السیر مین ہے "وتوضع الجزیة علی اھل الکتاب والمجوس وعبدة الاوثان من العجم" مگر حضرۃ امام شافعیؒ اس کے خلاف ہین اور اصناف اہل الذمہ کو صرف اہل کتاب و مجوس مین محدود کر دیتے ہین، اور امام مالکؒ اور قاضی ابویوسف کا یہ مذہب ہے کہ سب سے جزیہ قبول کیا جائیگا، اگرچہ عرب کے بت پرست ہون، وہ کہتے ہین کہ اگر سورۂ برأۃ کے نزول اور عام تبوک کے بعد (جسمین بالاتفاق آیۂ جزیہ نازل ہوئی) مشرکین عرب کا وجود باقی رہا ہوتا تو اُن سے بھی جزیہ قبول کیا جاتا اور اس مین شک نہین کہ دلائل کی قوت آخری مذہب ہی کے ساتھ ہے اور اس بارے مین امام شافعی کا مذہب بنہایت ضعیف ہے۔ بہرحال فقہا حنفیہ و مالکیہ و حنبلیہ اور جمہور کے نزدیک مشرکین عجم بھی باعتبار اخذ جزیہ و قبول ذمہ شبہ اہل کتاب مین داخل ہین۔ اسیلیے ہندوستان کے ہندوؤن کا شمار بھی قطعاً اسی صنف مین ہوگا اور جو بات مشرکین عرب کے لیے جائز رکھی گئی ہوگی وہ اُن کے لیے بدرجۂ اولی جائز ہوگی۔ اور اگر تحقیق مقام کا ایک قدم اور آگے بڑھایا جائے تو حق یہ ہے کہ ہر لحاظ اور ہر حیثیت سے

نجس فلا یقربوا کا نص عام و مطلق موجود ہی اور اس سے اہل الذمہ اور غلامون کو مستثنیٰ کرنا قرآن پر زیادۃ ہے اور جب احناف کے نزدیک ہر طرح کی زیادۃ نسخ ہے اور وہ خبر احاد مرفوع سے بھی جائز نہین، "الزیادۃ علی الکتاب نسخ فلا یکون الا بآیۃ ناصۃ او حدیث مشہور ناص" تو پھر محض حضرۃ جابر کے قول سے حکم عام و مطلق قرآن پر کیونکر زیادۃ جائز ہوسکتی ہے۔ علی الخصوص جبکہ دیگر دلائل و قواطع اور معامل عہد صحابہ و خلفاے راشدین و عمل مستمرۂ اہل اسلام سلفاً و خلفاً اس کے ساتھ موجود ہی۔

## فصل

غالب جماعت علماء ہند کا عمل و فتویٰ فقہ حنفی پر ہے۔ اس لیے عملاً تو اس بحث کا اُسی وقت خاتمہ ہوگیا جب معلوم ہوگیا کہ اس بارے مین فقہاء حنفیہ کا مذہب کیا ہی؟ لیکن تحقیق و تکمیل بحث کے لیے مناسب ہوگا اگر دیگر ائمۂ اہل اسلام کے مسالک بھی صاف ہوجائین علی الخصوص جبکہ فقہ جامع سے بے خبری اور اشتغال بہ مجرد تفقہات درسیۂ حنفیہ کی وجہ سے خلافیات مین لوگون کی معلومات کوتاہ اور حکم اکثر حالتون مین غلط ہوتا ہی۔ امام مالک رح اور امام احمد رح کی نسبت ہدایہ وغیرہ کی شروح مین تم نے دیکھا ہوگا کہ اس بارے مین انکا مذہب مطلقاً منع ہے۔ اسی بنا پر تعلیل بالنجاستہ کے جواب مین بعض شارحین ہدایہ نے لکھا ہے کہ یہ دلیل شافعیہ کے لیے مفید نہین ہوسکتی۔ کیونکہ مسجد حرام کے علاوہ عام مساجد مین وہ بھی قائل جواز دخول ہین، البتہ مالکیہ کے لیے ہوسکتی ہے جنکا مذہب مطلقاً منع ہے لیکن تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ اصلیت اس کے خلاف ہی۔ اور در اصل اصح و مفتی بہ مذہب مالکیہ و حنابلہ کا بھی وہی مذہب تفصیل ہی جو امام شافعی کا ہے، انکو مطلقاً جواز سے اختلاف ہی کہ جواز مقید بالاذن والرضاء سے یہ معلوم ہے کہ فقہاء و ائمہ کے اقوال و مذاہب کی نسبت بے شمار مسائل مین بسا اوقات مختلف روائتین بلکہ متضاد روایات پائی جاتی ہین، اور فقہ حنفی مین تو اس کے نظائر سب سے زیادہ پائے جاتے ہین، باوجود تدوین کتب صاحبین خود صاحبین کے اقوال ظاہر الروایۃ مین کچھ ہین اور غیر ظاہر الروایۃ کتب مین کچھ۔ حتی کہ کہا گیا کہ کوئی مذہب نہین جسکے مطابق کوئی نہ کوئی روایت فقہ حنفی مین نہ ملجائے۔ لیکن باین ہمہ

یہی وجہ ہی کہ اورنگ زیب نے باتفاق جمیع علمائے حنفیہ ہند ہندوؤن پر جزیہ کے احکام جاری کیے تھے نادانی وبے خبری سے ہندوؤن نے سمجھا کہ یہ انکی تذلیل وتحقیر ہے، حالانکہ اگر اس وقت علمائے محققین ہوتے اور وہ جزیہ کی غرض وغایت اور اہل الذمہ کے حقوق معتبر فی الشرع کو کھول کھول کر بیان کر دیتے تو ہندوؤن کو معلوم ہوجاتا کہ یہ انکی تذلیل نہین ہے بلکہ وہ بہتر سے بہتر سلوک ہی جو دنیا مین کوئی حاکم قوم محکومون کے ساتھ کر سکتی ہے۔

## فصل

بعض مفسرین وفقہاء نے حضرۃ عمر بن عبد العزیز کا ایک فرمان نقل کیا ہی کہ انھون نے غیر مسلمون کو مسجدون مین جانے سے روکدیا تھا، حافظ ابن کثیر لکھتے ہین "قال الامام ابو عمرو الاوزاعی کتب عمر بن عبد العزیز ان امنعوا الیہود والنصاری من دخول مساجد المسلمین" (جلد ۴ صفحہ ۱۰۷) لیکن جب مرفوعات کی موجودگی مین موقوفات واقوال صحابہ حجۃ نہین تو ظاہر ہے کہ خود شارع کے نص وفعل کے مقابلہ مین صرف حضرۃ عمر بن عبد العزیز کا مجرد قول اور اجتہاد کیا وزن رکھتا ہی؟ واذا جاء نہر اللہ بطل نہر المعقل!

## فصل

اس وقت مین نے حافظ ابن کثیر کی تفسیر دیکھی تو حضرت امام ابو حنیفہ کے مذہب کی مویّد ایک روایت ملی۔ اگرچہ فتح القدیر وغیرہ نے اس سے استدلال نہین کیا ہی، امام موصوف کا مذہب یہ ہی کہ مسجد حرام مین بھی ذمی داخل ہوسکتے ہین۔ غالباً انکے مذہب کی بنیاد یہ ہو کہ عبد الرزاق نے ابو الزبیر سے حضرۃ جابر کا قول نقل کیا ہے انہ یقول فی قولہ تعالی اِنَّمَا المشرکون نَجَسٌ فَلَا یَقربُوا المَسجِدَ الحَرَامَ بعد عامہم ھٰذَا، الا ان یکون عبداً او احداً من اھل الذمۃ،، اسی روایت کو باختلاف الفاظ امام احمد نے بطریق حسن عن جابر مرفوعاً بھی روایت کیا ہی لیکن حافظ ابن کثیر لکھتے ہین " تفرد بہ الامام احمد مرفوعاً والموقوف اصح اسناداً، (جلد ۴۔ ۱۰۷) لیکن اس روایت سے بھی جمہور کے مذہب منع دخول پر کوئی اثر نہین پڑسکتا اسلیے کہ انما المشرکون

یہ پورا واقعہ شیخ عبداللہ شرقاوی نے تحفۃ الناظرین مین لکھا ہے جو اُس وقت شیخ الازہر تھے، مگر کتاب مذکور اس وقت میرے پاس نہیں ہے

# فصل

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بلاد اسلام غیر مسلمون کے حق مین تین حالتین رکھتے ہین :

اولاً حرم، تو جائز نہین ہے کہ کسی حال مین بھی غیر مسلم کو داخل ہونے کا موقع دیا جائے خواہ ذمی ہو خواہ مستامن۔ اور کوئی قیاس اور تعلیل بالمصلحۃ وغیرہ اس بارے مین مسموع و مقبول نہین، لظاہر الآیۃ فلا یقربوا المسجد. وبہ قال الشافعی واحمد ومالک والجمہور من السلف والخلف والعمل علی ذلک، وللمدینۃ حرم مثل حرم مکۃ۔ اور اگر کسی غیر مسلم حکومت کے غیر مسلم سفراء آئین یا اور کوئی ایسی ہی ضرورت پیش آجائے اور امام حرم مین ہو، تو انکو اندر بلانا جائز نہیں، بلکہ چاہیے کہ خود حد و حرم سے باہر نکلکر اُن سے ملاقات کرے، او یبعث الیہم من یسمع رسالتہم خارج الحرم اور گو حنفیہ کا قول اس کے خلاف ہے مگر عمل انکا بھی اسی پر رہا ہے۔ اگر مسلمانون کی لاعلمی مین کوئی غیر مسلم بہ تلبیس و فریب داخل ہوگیا ہو تو بمجرد علم اس کا اخراج واجب ہوگا،

ثانیاً جزیرۂ عرب "ما احاط بہ بحر الہند والشام ثم دجلۃ والفرات او ما بین عدن ابین الی اطراف الشام طولاً، ومن جدۃ الی ریف العراق عرضاً" (قاموس) وقال ابن الکلبی "جزیرۃ العرب من اقصی عدن الی ریف العراق فی الطول، واما فی العرض فمن جدۃ وما والاہا من ساحل البحر الی اطراف الشام، وتبوک من الحجاز"، تو اس کا حکم یہ ہے کہ امام و خلیفہ کی اذن سے غیر مسلم داخل ہو سکتے ہین۔ لیکن ایک مسافر کے قیام سے زیادہ ٹھیراؤ اور توطن جائز نہین یعنی زیادہ سے زیادہ تین دن تک خاص حالتون مین امام وقت اس سے زیادہ دنون کی بھی اجازت دیسکتا ہے، مثلاً سفراء دول و ارباب صناعۃ وغیرہ کو لیکن تمکین قیام اور توطن و تقرر شرعاً جائز نہین۔ خواہ ذمی ہون۔ خواہ مستامن۔ لوصیتہ صلعم "اخرجوا الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب" وغیر ذلک من نصوص السنۃ فی ہذا الباب ومنہا ما روی عن عمر بن الخطاب رض انہ سمع رسول اللہ صلعم یقول "لاخرجن الیہود والنصاریٰ

عمل وفتویٰ قول اصح ومفتی بہ پر ہے۔ نہ کہ مرجوح غیر معمول بہ پر۔ یہی حال دیگر ائمہ کے یہان پیش آیا۔ پس دیکھنا صرف یہی نہین ہے کہ اُنکے اقوال کون کون سے منقول ہین؟ بلکہ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ان کے یہان کی تقسیم طبقات ومسائل اور عمل و افتاء کے لحاظ سے اصح اور معمول ومفتیٰ بہ قول کون ہے؟ حضرۃ امام احمدؒ سے اس بارے مین دو قول مشہور ہین۔ ایک مین ذمیّون کے لیے جائز قرار دیا ہی مگر غیر ذمی کفار کے لیے ناجائز، اور دوسرے مین تمام غیرمسلمون کے لیے جائز مگر اذنِ مسلم کی شرط دونون مین ہے۔ اور فقہاء حنابلہ کا فتویٰ وعمل اسی دوسرے قول پر ہے۔ کتاب المستوعب مین (جسپر تمام فقہاء متاخرین حنابلہ کا عمل وفتویٰ ہے) تمام اقوال جمع کر دیے ہین "ھل یجوز لکافر دخول مساجد الحل؟ علی روایتین" پھر کہا "وان الصحیح من المذھب الجواز"۔ بلکہ بعض اکابر حنابلہ کے نزدیک تو اذن مسلم کی بھی شرط نہین ہے، اگرچہ یہ قول مرجوح ہے، آداب الکبریٰ ابن مفلح مین ہی "فی جواز دخول الکافر مساجد الحل باذن مسلم لمصلحۃ روایتان۔ وحکی بعض اصحابنا روایۃ الجواز من غیر اشتراط اذن"۔ یہی حال فقہاء مالکیہ کا ہے۔ ایک قول مین تو مطلقاً منع ہی، دوسرا قول یہ ہی کہ ذمیّون کو اجازت دیجاسکتی ہی اگر مصلحت ہو، مگر غیر ذمیون کو نہین اور اکثر فقہاء مالکیہ کا فتوی اسی پر ہی۔ سید محمد امیر حاشیہ مجموعۃ الفقہی مین لکھتے ہین "ولیس لکافر دخول مساجد الحل ویجوز دخولہا للذمی۔ ھذا المذھب المعتمد"۔

مناسب مقام ایک واقعہ یاد آگیا، سنہ مین جب نپولین بوناپارٹ نے مصر پر حملہ کر کے فتح کرلیا، اور ڈھائی برس تک فرانسیسیون کا قبضہ رہا، تو گو خود نپولین اور اکثر افسرانِ فوج نے علانیہ جامع ازہر مین اسلام قبول کرلیا تھا، جمعہ کی نماز مین شریک ہوتے تھے، اور اسلامی نام بھی اختیار کرلیے تھے، مگر تمام فرانسیسی فوج بدستور عیسائی ہی سمجھی جاتی تھی اور اکثر اوقات مسجدون مین داخل ہوجاتی تھی، اسپر بحث چلی کہ غیرمسلمون کو مساجد مین آنے دینا چاہیے یا نہین؟ ازہر کے بعض علماء مالکیہ نے کہا کہ جائز نہین۔ لیکن شیخ عبدالرحمان جبرتی صاحب تاریخ عجائب الآثار نے ایک خاص رسالہ لکھکر ثابت کیا کہ مالکیہ کے مذہب مین بھی اذن واجازتِ اہل اسلام کی شرط کے ساتھ جائز ہے، پس بغیر مسلمانون کی اجازت کے عیسائی داخل نہون، اجازت لیکر رعایتِ احترام وتعظیم مسجد کے ساتھ داخل ہوسکتے ہین

بعد قرنٍ وتارۃً بعد اُخریٰ ہو رہا ہے، والناس فی غفلۃ معرضون۔ مَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ ذِکْرٍ مِّنْ رَّبِّھِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْہُ وَھُمْ یَلْعَبُوْنَ۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون! آج ہر طرف لوگ اسباب تنزل وتسفل امت پر بحث کر رہے ہین مگر خواص امت اور مدعیان اصلاح وامامت فی الدین تک کو معلوم نہین کہ اصلی سبب تمام نوازل ومصائب کا کیا ہے کاش اللہ تعالیٰ اس حقیقت کے فہم کے لیے اب بھی دلون کا انشراح فرما دے کہ جن جن چیزون کو سبب سمجھ رکھا ہے وہ خود کسی علۃ اصلی کی فرع ہین، علۃ اصلیہ نہین ہین۔ اصلی علۃ اول روز سے ایک ہی رہی ہے اور آج تک ایک ہی ہے یعنی ترک عمل بالکتاب والسنۃ اور اقتصار بر مجرد روایات فقہیہ، والتزام تمذہب وجوباً، وسدِ باب نظر واجتہاد وتفقہ فی الدین۔ ایک واضح نظیر اسکی یہی مسئلہ تقریر کفار در جزیرۂ عرب وعدم وجوب اخراج اہل کتاب ہے جسپر محض بر بنا تقلید فقہاء حنفیہ سلاطین اہل اسلام عمل کرتے رہے، اور نص رسول کو بمقابلۂ آراء وقیاسات بحاً پس پشت ڈالدیا۔ اس کا تخم اوائل ہی مین پڑچکا تھا، لیکن آج برگ وبار مسلمانون کے سامنے ہین، اور ہر ذی عقل موجودہ حالات کو دیکھکر فیصلہ کرسکتا ہے کہ حق وہ تھا جو اللہ کے رسول کی وصیۃ اور متبعین ظواہر نصوص کا مسلک تھا یا حق یہ ہے جو ارباب آراء وتاویلات قیاسیہ نے اختیار کیا؟ بااین ہمہ اب تک بدستور تشخیص مرض سے اعراض اور تجویز وتنفیذ علاج سے جہل واغماض ہے۔ آج کون ان مسلمانون کو جو ایک ہی صراط مستقیم کو چھوڑکر سُبلِ متفرقہ مین بھٹک گئے ہین۔ یہ بتلائے کہ راہ فوز ومکافاتِ ما سلف وہ نہین ہے جسکا غلغلۂ وہنگامہ ہر طرف مچایا جا رہا ہے۔ بلکہ صرف ایک ہی تھی اور ایک ہی ہے۔ یعنی بحکم "عضوا بالنواجذ" اعتصام بالکتاب والسنۃ اور بہ تعمیل وصیۃ نبوی بہ حذیفہ کہ "فاعتزل تلک الفرق کلہا وان تعض باصل شجرۃ" (رواہ البخاری)

ترک ما سواھا وان تعضوا باصل شجرۃ!

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار　　بگذارند وخم طرۂ یارے گیرند!

بہر حال دوسری قسم بلاد اسلامیہ کی بحث کفار جزیرہ عرب ہے جسکی نسبت شریعۃ حقہ کا حکم وہ تھا اور مسلمانون نے عمل یہ کیا۔ اور اسکی پاداش مین وہ سب کچھ ہوا جو ہوچکا ہے، اور وہ سب کچھ ہونا ہے جو

من جزیرة العرب حتی لا ادع الا مسلماً"، واجلاهم عمرؓ فی خلافته باجماع الصحابة" اور اس نص صریح کے خلاف
کوئی تاویل قیاسی ورائی مسموع ومقبول نہین اور "استنباطِ علتِ مصلحۃ بایں طور کہ اگر کوئی مصلحۃ مقتضی تقریر اہل کتاب کفار در عرب
کی ہو تو اخراج ومنع توطن ضروری نہین" یہ رد وابطال نصوص بمجرد ظن ورائے بحت ہے اور گو حکم اخراج وحکمت منع قیام "دزا" کی خلاف ہو
لیکن قیاس صحیح وصالح اور حکمت عقلیہ صادقہ کے ابداً خلاف نہین جس طرح شریعت کا کوئی حکم قیاس صحیح کے
خلاف نہین ہے۔ یہ موقع اس کی تفصیل کا نہین، مگر سورۂ براۃ کی تفسیر مین اس مسئلہ کو پوری تفصیل
کے ساتھ لکھ چکا ہون ۔ افسوس کہ صدیون سے اسلامی حکومتون کا عمل اس حکم صریح شارع کے
برخلاف چلا آرہا ہے۔ علی الخصوص حکومۃ عثمانیہ نے جزیرۂ عرب مین غیر مسلمون کو علانیہ وقانوناً تمکین وتوطن
وتقریر کی اجازت دیدی اور اس سے بھی بڑھکر یہ کہ عین جدہ مین کہ نہ صرف جزیرۂ عرب بلکہ حدود حجاز مین
داخل ہے۔ غیر مسلمون کی تقریر وتمکین سے کچھ تعرض نہین کیا گیا، اور یہ نتیجہ ہے کتاب وسنۃ سے بُعد۔ اور علوم
اصلیۂ قرآن وحدیث کے ترک وہجر کا، اور علی الخصوص علماء اتراک کے فقیہانہ جمود وتنگی نظر کا، کہ بلا نظر وتحقیق صرف
فقہ [redacted] کی روایات پر قوانین ملکی وسیاسی کا دار ومدار ٹھیرایا اور نصوص سنۃ کی اس بارے مین کچھ پروا نہ کی۔
فقہاء حنفیہ کے نزدیک تو غیر مسلمون کا اخراج خود حدود حجاز بھی سے واجب نہین۔ تا بہ جزیرۂ عرب چہ رسد؟
اس غفلت وجہل اور ترک احکام شرعیہ ورد وصیۃ نبوی وسنۃ خلفاء راشدین وتشبث بہ آراء وقیاسات
رجال سے جو نتائج مہلکہ پیدا ہوئے، اور جنکا معاملہ اب آخری حدِّ ظہور وبلوغ تک پہنچ چکا ہے وہ دنیا کے ہر
باشندے کے سامنے ہین، حاجت بیان کی نہین۔ البتہ بن پڑے تو ترک عمل بالکتاب والسنۃ کے عقوبۃ و
وعذاب پر ماتم کرنا چاہیے، وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ
فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ! فی الحقیقت ترک عمل بالکتاب والسنۃ ہی کا نتیجہ وہ فتنۂ اصلیہ واساسیہ ہے جو آج صدیون سے
ہادمِ ملۃ اسلامیہ ومحقق بدوِ غربۃ اسلام، وسبب تفاقم امر واشتداد بأس، ومبدء "ظهر الفساد في البر و
البحر بما كسبت ايدي الناس"، ومولدِ ہمہ مفاسد ومہالک وباعث جمیع نوازل وزلازل وقلاقل، قرناً

نے باب باندھا ہی، باب القسمۃ وتعلیق القنو فی المسجد،، اور حضرۃ انسؓ کی روایت درج کی ہی کہ جب بحرین سے خراج آیا تو آپنے حکم دیا «انثروہ فی المسجد» ای صبوہ فی المسجد، چنانچہ نماز کے بعد تقسیم کے لیے بیٹھے اور مسجد ہی مین تقسیم فرمایا، مسجد ہی دار القضاء والافتا رہی۔ بے شمار واقعات اسکی نسبت موجود ہین۔ امام بخاری نے باب باندھا ہی " القضاء واللعان فی المسجد،، اور واقعہ لعان کی مشہور روایت لاے ہین۔ مسافر کا مسجد مین قیام بالاتفاق جائز ہے اور امام بخاری نے باب باندھا ہی «نوم المرأۃ فی المسجد» اور اس مین بروایت حضرت عائشہ رضؓ ولیدہ (ایک لڑکی) کے آنے اور مسلمان ہونے اور مسجد مین قیام کرنے کا واقعہ لائے ہین «فکانت لہا خباء فی المسجد،، خبا یعنی خیمہ۔ حضرۃ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہین کہ مین تو عمر وبجرد تھا۔ اکثر مسجد مین سوجایا کرتا تھا، حضرۃ علی کا مسجد مین سونا اور آنحضرۃ کا آکر «قم یا ابا تراب» کہنا معلوم ہی۔ مسجد نبوی ہی فقراؤ صعالیک کی دار الاقامۃ اور متعلمین قرآن وشریعۃ کے لیے درسگاہ تھی۔ اصحاب صفہ کے تلقب کا سبب یہی ہی کہ مسجد مین انکے لیے ایک صفہ (چبوترہ) تھا، جہان شب وروز پڑے رہتے تھے، امام بخاری ابوہریرہؓ کی روایت «نوم فی المسجد» مین لائے ہین کہ اصحاب صفہ مین سے مین نے ستر آدمیون کو دیکھا جنکے جسم پر پورا کپڑا بھی نہ تھا۔ مسجد نبوی مین علاوہ جماعۃ صلوۃ کے ہر طرح کی مجلسین اور صحبتین منعقد ہوتی تھین۔ آنحضرۃ صلعم کی نشست اکثر اوقات یہین رہتی تھی اور تعلیم وصحبت وصدور احکام ومشورہ ومعاملات وغیرہ، جو کچھ ہوتا تھا یہین ہوتا تھا، جو لوگ کہتے ہین کہ "مسجد صرف نماز کے لیے ہے،، اُنسے پوچھنا چاہیے کہ فوجون کی طیاری اور ترتیب اسکے لیے مالی اعانات کی فراہمی، مفتوحہ بلاد کے ملکی انتظامات وغیرہ، انکی اصطلاح مین کس قسم کے کام ہین؟ نماز یا غیر نماز؟ دینی، یا سیاسی؟ صریح وقاطع روائتین موجود ہین کہ یہ تمام امور مسجد ہی مین انجام پاتے تھے، حمایت ونصرۃ حق مین نظم ونثر کا پڑھنا اور لوگون کا جمع ہو کر سننا کس قسم کا عمل ہے؟ لیکن معلوم ہے کہ مسجد نبوی مین حضرت حسان بن ثابتؓ اپنے قصائد سناتے تھے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتے اور خوش ہو کر دعا دیتے تھے اللھم ایدہ بروح القدس،، حسان نے اسپر ابوہریرہؓ سے تصدیق چاہی اور انہون نے کہا سچ ہی امام بخاری نے اسی روایت سے

ہو رہا ہی، تا از پردۂ غیب چہ رومی دہد، ولعل اللّٰہ یحدث بعد ذلک امراً!

ثالثاً تمام ممالک اسلامیہ و بلاد محکوم بحکومت اسلام تو ان کا حکم یہ ہی کہ غیر مسلمون کو (خواہ اہل کتاب ہون یا غیر اہل کتاب) اُن مین توطّن و قرار کا موقعہ دینا جائز ہے۔ اور اُسکی شرعاً دو صورتین ہین عہد اور امان و ذمہ اور جب کوئی جماعت ذمیون مین داخل ہوگئی تو اسکو وہ تمام حقوق امن و نظم و شہریت کے حاصل ہوگئے جو خود مسلمانون کو شرعاً حاصل ہین۔ از انجملہ یہ کہ وہ مسجدون مین داخل ہو سکتے ہین مگر امام وقت یا مسلمانونکی اجازت و رضاء سے۔

## فصل

بعض صاحبون نے اس سلسلے مین یہ بھی لکھا ہو کہ "مسجد صرف عبادۃ کے لیے ہو اس لیے اس قسم کی مجلسین وہان منعقد کرنا جائز نہین ہے" یہ بات پہلے بھی بارہا کہی گئی ہے اور ایک بار سے زیادہ مرتبہ اس بارے مین بالتفصیل لکھ چکا ہون یہان اس قدر اشارہ کر دینا کافی ہے کہ "مسجد عبادۃ کے لیے ہے" اسکا مطلب کیا ہی؟ اگر یہ مطلب ہے کہ "انما بنیت المساجد لما بنیت لہ" (مسلم عن ابی ہریرہ) اور وان المساجد للّٰہ فلا تدعوا مع اللّٰہ احداً تو یہ حق ہے اور اس سے کسی کو انکار نہین۔ لیکن اگر مقصود یہ ہو کہ بجز نماز کے اس مین اور کچھ نہونا چاہیے تو اس قول سے بڑھ کر جہل بالشریعۃ کا اور کوئی قول نہین ہو سکتا۔ یہ دو وادین واسفار سنۃ اور قناطیر مقنطرہ کتب شریعۃ موجود ہین جن سے صریح و قطعی اثبات بے شمار اعمال و اجتماعات و مجالس فی المسجد کا ہوتا ہی اور بالاتفاق تمام ائمۂ اسلام نے نہ صرف اُنکے جواز بلکہ مستحسن و مسنون ہونے پر اتفاق کیا ہی۔ پھر ان سب کا کیا جواب ہوگا؟ اور نہین تو صرف صحیح بخاری ہی کے ابواب متعلق احکام مسجد دیکھ لیے جائین کہ خود آنحضرۃ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے عمارت مسجد سے کیا کیا کام لیے ہین؟ وفود کے نزول و قیام کی روائتین اوپر گذر چکین۔ دراصل عہد نبوی مین مسجد نبوی ہی اور تمام عمارتون کی طرح سرکاری مہانسرا کا بھی کام دیتی تھی عمارتون کی تعمیر و تخصیص عہد فاروقی سے شروع ہوئی ہی۔ اموال غنائم اور خراج و زکوٰۃ وغیرہ بھی مسجد ہی مین لائے جاتے تھے اور وہین لوگون مین تقسیم ہوتے تھے۔ عہد خلفاے راشدین مین بھی ایسا ہی ہوتا رہا، امام بخاری

بہت سے واقعات ایسے تھے جو اوائل مین عارضی طور پر احتیاجاً وقوع مین آئے اور اب بحالت اعتیاد والتزام انکو ضرور رُوکا جائیگا، مثلاً یہی آخری واقعہ - لیکن مقصود ان واقعات کے نقل کرنے سے یہ ہی کہ یہ جو بار بار کہا جاتا ہے کہ مسجد صرف نماز کے لیے ہے تو اسکو سوچ سمجھکر کہنا چاہیے - یہ نہین کہ جو منھ مین آیا کہدیا اور جو بات اپنی ہوا، و خواہش کے خلاف ہوئی اسکو جھٹ ناجائز بتلا دیا - یہ معلوم ہی کہ مسجد اللہ کی عبادۃ اور ذکر کے لیے ہے، لیکن مسجد کا نماز کے لیے ہونا کب اس سے مانع ہی کہ تبعاً دیگر مقاصد صالحہ وحقہ کے لیے استعمال مین لائی جائے؟ اور ذکر کا مطلب ہی لوگون کو معلوم نہین - قرآن کی زبان مین ہر قول و فعلِ حق ذکر ہے، اور معاملات خدمت نوع وملت وہدایت واصلاح امم ودفع جور واعتداء اعداء حق تو عین ذکر کے مدلول مین داخل ہے اور دلیل اسکی خود آنحضرۃ صلعم اور صحابہ وخلفاے راشدین مہدیئین کا عمارت مسجد کو تمام مقاصد ملیّہ واجتماعیہ صالحہ کے لیے بالاتفاق کام مین لانا ہی - آنحضرۃ صلعم کے طرز عمل کے لیے گذشتہ اشارات کافی ہین - صحابۂ کرام کا جو حال رہا وہ اس باب مین سب سے زیادہ واضح وقاطع اور علی الخصوص اجتماعات حاضرہ کے لیے پوری طرح اسوۂ حسنہ ہی - اسلامی حکومت کی پارلیمنٹ ہمیشہ مسجد نبوی ہی رہی - یہی مشورۃ گاہ اعیان ملت واصحاب حلّ وعقد وعامۂ اہل اسلام تھی جسمین سارے ملکی وسیاسی ومالی معاملات فیصل ہوتے اور انجام پاتے تھے - حضرۃ عمرؓ کے زمانہ مین جب کبھی کوئی اہم مشورہ طلب معاملہ پیش آتا تھا تو ایک آدمی مقرر تھا (غالباً مؤذن) جو شہر مین با این الفاظ اعلان کرتا "الصلوٰۃ جامعۃ" یہ سنتے ہی لوگ مسجد مین جمع ہونا شروع ہو جاتے - جب تمام لوگ آچکتے تو حضرۃ عمرؓ حاضرین کو مخاطب کرتے اور مشورہ طلب معاملہ کثرت راے سے طے پاتا (طبری مطبوعۂ مصر جلد ۵ - ۱۵۳) حضرت عمرؓ نے مہاجرین کی ایک خاص مجلس شوریٰ بھی قائم کی تھی جو اس عام مجلس کے علاوہ تھی، بلاذری نے تصریح کی ہی کہ یہ مجلس ہمیشہ مسجد ہی مین منعقد ہوتی تھی - مجوسیون کو اہل الذمہ قرار دینے کا مسئلہ اسی مجلس مین طے ہوا تھا - کان للمہاجرین مجلس فی المسجد فکان عمر یجلس معھم فیہ ویحدثھم عما ینتھی الیہ من امر الآفاق" (فتوح البلدان مطبوعۂ لیڈن صفحہ ۲۰۷)

جواز انشاد شعر فی المسجد کا استنباط کیا اور اس کے لیے ایک باب باندھا ہی، اور ترمذی مین حضرۃ عائشہؓ کی روایت ہی کہ "کان رسول اللہ صلعم ینصب لحسان منبراً فی المسجد فیقوم علیہ یھجو الکفار" یعنی آنحضرۃ صلعم حسانؓ کے لیے مسجد مین ممبر رکھواتے اور وہ اسپر کھڑے ہو کر کفار کی ہجو مین اپنے اشعار سناتے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ الطالبین مین لکھتے ہین، "لا باس بانشاد شعر فی المسجد خال من سخف وھجاء للمسلمین" ثم قال "والاولی صیانتہ عنھا الا ان تکون من الزھدیات فیجوز الاکثار لان المساجد وضعت لذکر اللہ" علامہ سفارینی شرح منظومۃ الآداب مین لکھتے ہین "قلت ومثل الزھدیات بل اولی ما فیہ مصلحۃ للمسلمین من ھجو اعداء اللہ وتحریض المؤمنین علی اتباع الحق والاجتناب عن السئیات" (جلد ۲-۲۵۸) اور آنحضرۃ کے نماز صبح کے بعد مصلی پر کچھ عرصہ تک تشریف فرما رہنے والی روایت مین بعض صحابہ نے کہا کہ ہم لوگ نماز کے بعد ٹولیان بنا کر بیٹھ جاتے تھے اور عہد جاہلیت کے واقعات کا ذکر کیا کرتے تھے۔ آنحضرۃ صلعم دیکھتے اور کبھی کبھی متبسم ہو جاتے۔ اور ثوبان کی روایت متضمن منع انشاد شعر کہ "من رایتموہ ینشد شعراً فی المسجد الخ"، تو بالاتفاق اس سے مقصود اشعار نسیب و معاشقہ و مطالب جاہلیۃ ہین نہ کہ نفس انشاد شعر جمعاً بین الاحادیث۔ عہد نبوی مین مسجد ہی شفاخانہ کا کام دیتی تھی۔ امام بخاری نے باب باندھا ہی "باب الخیمۃ فی المسجد للمرضی وغیرھم" جنگ خندق مین سعدؓ زخمی ہوئے تو آنحضرۃ صلعم نے مسجد مین خیمہ نصب کرا دیا اور اسی مین رکھا تا کہ قریب رہین۔ جو لوگ کہتے ہین کہ مسجد مین بجز نماز کے اور کچھ نہین ہونا چاہیئے نہین معلوم وہ لعب حبشہ والی روایت کو سنکر کسقدر متعجب ہونگے؟ امام بخاری نے تو ایک خاص باب ہی اس واقعہ کی بنا پر باندھ دیا، "باب اصحاب الحراب فی المسجد"، الحراب بالکسر جمع حربۃ، نیچے حضرۃ عائشہؓ کی روایت لائے ہین "لقد رأیت رسول اللہ صلعم یوماً علی باب حجرتی والحبشۃ یلعبون فی المسجد" دوسری روایات مین یہ واقعہ مفصل مذکور ہے اور بوجہ شہرت احتیاج ذکر نہین۔ حافظ عسقلانی اس باب کی شرح مین لکھتے ہین "وفی بعض طرق ھذا الحدیث ان عمر انکر علیھم لعبھم فی المسجد فقال لہ النبی صلعم دعھم" (فتح الباری میری جلد اصفحہ ۴۵۷) بلاشبہ ان واقعات مین

اسی حالت کی نسبت کہا گیا ہے : حفظت شیئاً وغابت عنک اشیاء !

لوگون نے صرف یہ کہین دیکھ لیا ہے کہ "مسجد عبادت کیلیے ہے" لیکن نہ تو اس کا مطلب سمجھا ہے اور نہ سمجھنے کا انتظار ہی لعب حبشہ واصحاب الحراب والی روایت اوپر گذر چکی ہے۔ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ مسجد نبوی کے صحن مین ایکمرتبہ حبشی ہتیارون کے ساتھ اپنا ناچ اور کرتب دکھلاتے تھے جو دراصل ایک طرح کی فوجی ورزش ہے، آنحضرة صلعم نے حضرة عائشہ کو حجرہ کے دروازہ سے انکا کھیل دکھایا۔ ایک روایت مین ہے کہ آپ نے اپنا دست مبارک سامنے کر دیا تھا، اسپر سے حضرة عائشہؓ جھانک کے دیکھتی رہین، دوسری روایت مین ہے کہ حضرة عمرؓ نے ان لوگون کو روکنا چاہا تھا کہ مسجد مین کھیل کود نہ کرو، مگر آپنے فرمایا کہ نہ روکو۔ کھیلنے دو، کما مر سابقاً۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہین : فیہ جواز ذلک فی المسجد" یعنی اس سے ثابت ہوا کہ ایسا کرنا مسجد مین جائز ہے" قال واللعب بالحراب لیس لعباً مجرداً بل فیہ تدریب الشجعان علی مواقع الحروب والاستعداد للعدو۔ وقال المهلب المسجد موضوع لأمر جماعة المسلمين فما كان من الاعمال يجمع منفعة الدين واهله، جاز فيه" (فتح ۱/۴۵۴) یعنی ہتیارون کے ساتھ کھیل محض کھیل ہی نہین ہے بلکہ ایک طرح کی مردانہ اور جنگی ورزش ہے جس سے دشمن کے مقابلہ کی استعداد بڑھتی اور شجاعت وہمت کو تحریک ملتی ہے اسلیے آپنے اسکو مسجد مین جائز رکھا، اور مہلب نے کہا کہ مسجد بنائی گئی ہے جماعت اہل اسلام کے فائدے کے لیے پس تمام ایسے کام جو اسلام اور مسلمانونکے فائدہ کیلیے ہون اسمین جائز ہونگے

اوپر گذر چکا کہ امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے "الاغتسال اذا اسلم وربط الاسیر فی المسجد" اس ترجمہ باب کے اصل نسخۂ بخاری مین ہونے نہونے کی نسبت اختلافات ہین اور بصورة اثبات ترجمہ اس ترجمہ کے ربط ومطابقة کی نسبت شارحین نے بحثین کی ہین۔ اسی سلسلہ مین حافظ موصوف لکھتے ہین "وادعی ابن المنیر ان ترجمة هذا الباب فی ذکر البیع والشراء فی المسجد۔ قال ومطابقتها بقصة ثمامة ان من تخیل منع ذلک اخذه من عموم قوله انما بنیت المساجد لذکر الله فاراد البخاری ان هذا العموم مخصوص باشیاء غیر ذلک منها ربط الاسیر فی المسجد۔ فاذا جاز ذلک للمصلحة فکذلک یجوز البیع والشراء للمصلحة فی المسجد" (صفحہ ۴۶۲) یعنی ابن منیر نے اسکی نسبت یہ کہا ہے کہ دراصل اس باب کا ترجمہ متعلق ہے ذکر بیع والشراء فی المسجد سے، اور قصہ ثمامہ سے اسکی مطابقت یون ہے کہ جس کسی نے ذکر بیع وشراء کو ممنوع خیال کیا تو اسی بنا پر کہ "انما بنیت المساجد لذکر اللہ" کے عموم پر اسکی نظر گئی، یعنی اسنے خیال کیا کہ جب مسجدین صرف اللہ کے ذکر کیلیے

**زہری** حضرت ابن المسیب سے روایت کرتے ہین کہ جب فارس سے مال غنیمت کا پانچوان حصہ حسب دستور مدینہ پہنچا تو حضرۃ عمرؓ نے حکم دیا کہ مسجد مین رکھا جاے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ رات بھر بعض صحابہ نے پاسبانی کی دوسرے دن تمام مسلمان مسجد مین جمع ہوے اور مال تقسیم کیا گیا۔ کتاب الخراج مین قاضی ابو یوسف لکھتے ہین "حدثنی علی بن عبد اللہ عن الزھری عن سعید بن المسیب قال لما قدم علی عمر باخماس فارس قال واللہ لا یجنّھا سقف دون السماء حتی اقسمہا بین الناس فامر بہا فوضعت بین صفی المسجد وامر عبد الرحمن بن عوف وعبد اللہ بن ارقم فباتا علیہا ثم غدا عمر رضی اللہ عنہ بالناس علیہ" (صفحہ ۲۷)

یہ معلوم ہو چکا ہی کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد خلفا مین مسجد نبوی ہی تمام مجالس و مجامع اور معاملات ملکی از قبیل تقسیم غنایم و تجہیز جیش و انفصال مہمات کی جگہ تھی اس لیے روایات مین گو لفظ مسجد کی تصریح نہو لیکن جہان کہین مجالس کے انعقاد، بحث و مباحثہ، خطبات و مذاکرہ وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہی مقصود اس سے یہی ہے کہ مسجد ہی مین وہ سب کچھ ہوا۔ حضرۃ عمرؓ کی مجالس ملکی کا جسقدر حال قاضی ابو یوسف کی کتاب الخراج مین یکجا ملجاتا ہے شاید اور کہین نہ ملے۔ کیونکہ کتاب کا موضوع خراج و عشور و جزیہ وغیرہ محاصل مالیہ ہین اور تقریباً تمام مالی مسائل کا عملی انفصال حضرۃ عمرؓ کے زمانہ مین ہوا ہی۔ کتاب الخراج مین جا بجا موجود ہی۔ ان عمر جمع اناسا فقال کذا وکذا ان عمر شاور اصحاب النبی۔ ان عمر استشار الناس فقالوا کذا۔ اجمع الناس ثم قام خطیبا فقال الخ۔ اور اسیطرح عام کتب آثار و تاریخ مین تو گو ان روایات مین اسکی صراحت نہین ہی کہ یہ تمام مجلسین مسجد ہی مین ہوئی تھین لیکن چونکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ دار الشوریٰ اور دیوان ملکی مسجد نبوی ہی تھی، اسلیے ان تمام روایات مین سے ہر روایت ما نحن بصددہ کے لیے مستقلاً دلیل و شاہد ہے۔

اصل یہ ہے کہ ساری مصیبت قلت و فقدان علم اور زیغ نظر و فہم کی ہی، اور اسی نے ہر معاملہ علم اور ہر وادی عمل مین آفتین برپا کر رکھی ہین۔ نظرین کوتاہ ہو گئین، معلومات درسیات و چند شروح کے اندر محدود رہے دین مین فقاہت باقی نہ رہی، نتیجہ یہ ہی کہ کوئی ایک بات کان مین پڑ گئی اور دنیا جہان کا فیصلہ اُسی سے کر دیا۔

بعض حضرات نے اس مسئلہ مین مجتہدانہ استنباط و دقائق آفرینی کی بھی نمائش کرنی چاہی ہے۔ ایک صاحب لکھتے ہین کہ "جب مسجد مین پکار کر بات کرنے سے بھی روکدیا گیا کہ احترام مسجد کے خلاف ہی حتی کہ حضرۃ عمرؓ نے دو شخصون سے کہا "اگر تم شہر کے باشندے ہوتے۔ مسافر نہ ہوتے۔ تو مین تمکو سخت سزا دیتا۔ تم مسجد رسول اللہ مین اپنی آوازین بلند کرتے ہو" تو پھر اس طرح کے "مخلوط جلسے" اور تقریر و بحث کا ہنگامہ کب جائز ہو سکتا ہے"؟ حقیقت یہ ہی کہ آجکل مذہبی مسائل کی نسبت جسقدر خامہ فرسائیان کی جا رہی ہین ان سے اور تو کوئی نتیجہ نہین نکلتا۔ صرف یہ ہوتا ہی کہ جو لوگ مسلمانون کے علمی تنزل کے ماتم گسار ہین انکے لیے درد و غم اور حسرت و اندوہ کا ایک نیا سامان بڑھجاتا ہی۔ اول تو "مخلوط" اور "غیر مخلوط" مجالس کی جدید تقسیم سے اصول فقہ مین جو اضافہ کیا گیا ہی معلوم نہین وہ کس نور الانوار اور تلویح سے ماخوذ ہی؟ پھر کاش "رفع الصوت فی المسجد" اور حضرۃ عمرؓ والی روایت کا مطلب کسی متداول شرح کی مدد سے سمجھ لیا ہوتا۔ امام بخاری نے صحیح مین باب باندھا ہی "مسجد مین آواز بلند کرنے کا حکم" اور اس مین دو روائتین لائے ہین۔ پہلی روایت یہی حضرۃ عمرؓ والی ہی۔ سائب بن یزیدؓ کہتے ہین کہ مین مسجد مین کھڑا تھا (اور ایک روایت مین قائما کی جگہ نائما ہے اور حاکم کی روایت مین کنت مضطجعا ہی۔ یعنی سو رہا تھا) کہ یکایک کسی نے مجھپر کنکری پھینکی۔ دیکھا تو عمر بن الخطاب ہین انہون نے دو آدمیون کی طرف اشارہ کیا کہ میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ آئے تو انسے پوچھا تم کون ہو یا کہان کے رہنے والے ہو؟ انہون نے کہا طائف کے، حضرت عمر نے کہا "لوکنتما من اھل البلد لاوجعتکما۔ ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟" ترجمہ اوپر گذر چکا ہے۔ اسکے بعد دوسری روایت عبد اللہ بن کعب کی لائے ہین خلاصہ اسکا یہ ہی کہ کعب بن مالکؓ اور انکے ایک مقروض مسجد مین اپنے قرضہ کی نسبت بات چیت کر رہے تھے یہانتک کہ چلا چلا کر باتین کرنے لگے اور انکی آواز آنحضرۃ نے اپنے حجرہ مین سن لی۔ پس آپ نکلے اور کعب کو اشارہ کیا کہ اسقدر اپنے قرض مین سے چھوڑ دو الخ" ان دونون روایتون کو اس باب مین امام بخاری نے اسلیے جمع کیا کہ مسئلہ کے دونون پہلو منع و جواز کے واضح کرنا چاہتے تھے، وھذا من کمال فقھہ ودقۃ استنباطہ" حافظ عسقلانی لکھتے ہین "اشار بالترجمۃ الی الخلاف فی ذلک۔ فقد کرھہ مالک مطلقاً سواء کان فی العلم أم فی غیرہ۔ وفرق غیرہ

موضوع مین تو بھر بیع و شرار کا ذکر اذکار اس مین کیون جائز ہو؟ پس امام بخاری نے اس شبہ کو دور کرنا چاہا، اور دکھلانا چاہا کہ "انما بنیت المساجد لذکر اللہ" کے حکم عام کے لیے تخصیص بہت سی باتون مین ثابت ہی۔ ازانجملہ یہ کہ قیدی کو مسجد مین باندھنا اور رکھنا جائز ہے۔ اور جب بر بنا مصلحۃ یہ بات جائز ہوئی تو ذکر بیع و شرار بر بنا مصلحۃ کیون جائز نہو؟ انتہی۔ ہمین یہان اس سے کوئی بحث نہین کہ اس باب کے ترجمہ و مطابقت روایۃ کی نسبت یہ توجیہ کہانتک درست ہی، حافظ ابن حجر کہتے ہین "ولا یخفی ما فیہ من التکلف"، مقصود اس قول کے نقل کرنے سے یہ دکھلانا ہی کہ ائمہ فقہ و حدیث نے "انما بنیت المساجد لما بنیت لہ" اور "لذکر اللہ" کا مطلب کیا سمجھا ہی؟ اور ابن منیر کے قول سے ضمناً یہ حقیقت واضح ہوگئی۔

دراصل حکم "انما بنیت المساجد لما بنیت لہ" اور "بنیت لذکر اللہ" کو اگر عام و مطلق بھی مان لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہین "لما بنیت لہ اور ذکر اللہ" کا صحیح مطلب سمجھ لینا چاہیے، وہ ساری باتین جو آنحضرۃ صلعم و خلفاے راشدین نے مسجد مین کین، اور وہ اکثر امور جن سے آجکل کے مدعیان علم و حفظ شریعت روک رہے ہین، "ذکر اللہ" اور اصل موضوع بناء مسجد مین داخل ہین۔ خود قرآن حکیم نے خطبہ و وعظ جمعہ پر "ذکر" کا اطلاق کیا ہی، اِذَا نُودِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ۔ سب نے اتفاق کیا کہ یہان "ذکر اللہ" سے مقصود خطبہ جمعہ ہے۔ نہ کہ صلوۃ، اور اسی لیے وَذَرُوا الْبَیْعَ کے حکم کی تعمیل بمجرد سماع ندار (اذان) واجب ہے نہ کہ ہنگام قیام صلوۃ۔ اور احادیث صحیحہ سے معلوم ہی کہ آنحضرۃ صلعم کے جن خطبات جمعہ کو اللہ نے ذکر اللہ فرمایا ان مین صرف یہی نہین ہوتا تھا کہ "موت کو یاد کرو اور روتے رہو۔" جیسا کہ اب ہورہا ہی بلکہ ان مین ان تمام باتون کا ذکر کیا جاتا تھا جنکو آجکل کی جدید تقسیم اعمال انسانیہ مین "دنیوی معاملات" قرار دیا جاتا ہی، جب کبھی اسلام اور مسلمانون کے مصالح دینی و دنیاوی کی کوئی بات پیش آگئی ہے تو آپنے جمعہ کے دن خاص طور پر اسی کی نسبت خطبہ دیا ہے۔ ایسا ہی خطبات خلفاء راشدین کے ہوتے تھے، مین نے گذشتہ سال ایک رسالہ مقاصد و احکام جمعہ پر لکھا ہی۔ اس مین خطبہ جمعہ کی حقیقت اور اس بارے مین ہدی نبوۃ و اسوۂ حسنہ خلفاء راشدین کو نہایت تفصیل سے واضح کیا ہے، اگر نوبت طبع و توزیع کی آئی تو انشاء اللہ اس باب مین نافع و قاطع ہوگا،

## فصل

آپکے سامنے آتے تو مجسم تادب و تعظیم اور سکوت و خشوع کی تصویر ہوتے، آنکھیں زمین مین گڑی رہتین اور لب کھلتے تو آواز مشکل سے نکلتی، علی الخصوص حضرت عمر کا تو اس بارے مین کچھ عجب حال تھا، چونکہ اس آیۂ کریمہ کا نزول جس واقعہ پر ہوا تھا اس کا تعلق خود اُنہی سے تھا، اور خلقاً انکی آواز تھی بھی بلند اسلیے نزول آیۃ کے بعد انکے خفض و نرمی صوت بحضرۃ رسول اللہ صلعم کا یہ حال ہوگیا کہ " اذا حدث النبی بحدیث حدثہ کاخی السرار لم یسمعہ حتی یستفہمہ "، کما رواہ البخاری فی کتاب التفسیر والاعتصام بالسنۃ عن ابن ابی ملیکۃ، جب آپکا وصال ہوگیا تو گو آپکا پیکر جسمی دنیا کی آنکھون سے چھپ گیا۔ لیکن انبیاء کرام کی حیات معنوی موت کے دست رس سے باہر ہے " یصلون فی قبورھم "، اور " صلوا علیّ فان صلاتکم تبلغنی حیث ما کنتم " (ابوداؤد عن ابی ھریرۃ)

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما !

پس وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ کا حکم بدستور باقی رہا، اسی لیے صحابۂ کرام کا آپکی وفات کے بعد بھی یہ حال رہا کہ مسجد نبوی مین قبر مطہر کے حضور کبھی بلند آواز سے بات چیت نہ کرتے اور تمام احکام ادب و حقوق رسول کو پورا پورا ملحوظ رکھتے، حضرۃ عثمان، عبد اللہ بن عمر اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہم کی نسبت منقول ہے کہ مسجد نبوی مین لوگون کو پکار کر بات کرتے دیکھتے تو سخت خشمگین ہوتے، اور فرماتے تمہین شرم نہین آتی کہ قبر مطہر کے سامنے شور و غل مچا رہے ہو حالانکہ اللہ کہتا ہی کہ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ الخ یعنی اس آیۂ کریمہ سے منع رفع صوت بحضور رسول پر بعد وفات رسول بھی استدلال کیا گیا، اسی طرح حضرت امام مالک کا واقعہ معلوم ہی کہ ایک شخص کو پکار پکار کر بات کرتے ہوئے دیکھا تو یہی آیۂ کریمہ پڑھی اور اسپر سخت غضبناک ہوئے۔ حکاہ ابن الجوزی۔ پس حضرۃ عمر کا خشمگین ہونا اور طائف کے دو آدمیون کو زجر فرمانا بھی اسی قبیل سے تھا، اور اسی لیے آپ نے فرمایا " فی مسجد رسول اللہ ؟ " یعنی رسول کی طرف نسبت دیکر روکا، صرف لفظ مسجد نہین فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث مین نہی عمر خاص مسجد نبوی سے تعلق رکھتی ہے علت اسکی دوسری اور غیر مشترک ہی، اگرچہ دیگر ادلہ سے یہ ثابت ہے کہ عام مساجد مین بھی بلا کسی ضرورت دینی و دنیوی صالح کے لغو و بیکار شور مچانا یا مسجد کو اپنی دنیا داری کی صحبتون کی جگہ ٹھرالینا قطعاً

بین ما یتعلق بغرض دینی او نفع دنیوی وبین ما لا فائدۃ فیہ - وساق البخاری فی الباب حدیث عمرؓ الدال علی المنع وحدیث کعبؓ الدال علی عدمہ اشارۃ منہ الی ان المنع فی ما لا منفعۃ فیہ - وعدمہ فی ما تلجئ الضرورۃ الیہ" (۵/۱۲۴) یعنی ترجمۂ باب مین اشارہ ہے اُس اختلاف کا جو اس باب مین واقع ہوا - امام مالک مطلقاً رفع الصوت کو مکروہ کہتے ہین خواہ درس و تدریس علم ہی مین کیون نہو، اور دیگر ائمہ نے اس بارے مین تفریق وتفصیل کی ہے، انکے نزدیک اگر کسی ایسی بات کے لیے رفع صوت ہو جسمین کوئی دینی یا دنیوی منفعت ہو تو جائز ہے ورنہ نہین، اور امام بخاری اس باب مین حدیث عمرؓ لائے ہین منع کے لیے، اور حدیث کعبؓ لائے ہین جواز کے لیے اور اسطرح واضح کیا ہے کہ منع اُس حالت مین ہی جبکہ بیکار اور لغو باتین پکار کر کی جائین لیکن اگر کسی ضرورت کی بنا پر ہو تو جائز ہے

یہ جو لوگ کہتے ہین کہ دنیوی مقاصد سے مشورہ و مجالس مسجد مین جائز نہین، تو قطع نظر حقیقت اطلاق الفاظ دین و دنیا، وہ اس جملہ پر غور کرین "ما یتعلق بغرض دینی او نفع دنیوی" اور حدیث کعبؓ پر کہ دراصل رفع صوت لین دین کے معاملہ کے لیے تھا جو یقیناً صحیح معنون مین دنیوی معاملہ ہے -

باقی رہی حدیث عمرؓ تو حافظ موصوف کی عبارت نے اس کا مورد واضح کر دیا لیکن ایک نہایت اہم پہلو باقی رہ گیا ہی حضرۃ عمرؓ نے طائف کے آدمیون سے فرمایا، "ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ؟" یہ نہین کہا کہ "فی المسجد" یعنی خاص طور پر مسجد رسول اللہ صلعم کا لفظ فرمایا صرف مسجد نہین کہا - اس سے معلوم ہوا کہ آپکی زجر و تنبیہہ اس بنا پر تھی کہ مسجد مین تم نے آواز کیون بلند کی بلکہ اس لیے تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد مین بے ادبانہ چیختے ہوئے تمھین شرم نہ آئی - بنیاد اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالے نے لوگون کو نہایت سختی کے ساتھ اس سے روکا تھا کہ رسول اللہ کے حضور مین بے ادبانہ آواز بلند نہ کرین لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ، کیونکہ قطع نظر تہذیب کلام کے یہ عادت اس ادب عظیم اور توقیر و تعزیر رسول کے منافی ہے جس کا حکم تُوَقِّرُوْهُ وَتُعَزِّرُوْهُ ولا اتہ یا کہ جمیع نوع انسانی پر فرض ہے اور جس کے بغیر اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کا معاملہ محکم نہین ہو سکتا، اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ

اور ساتھ ہی اُن مین تعلیم وتدریس قرآن وسنتہ کا بھی انتظام ہو۔ پھر ان مدارس کے لیے فقہاء و قراء صحابہ بھیجے گئے۔ شام کے مدارس کے لیے حضرۃ ابوالدرداء، اُبیّ ابن کعب، معاذ بن جبل وغیرہم بھیجے گئے تھے، حافظ ذہبی نے ابوالدرداء کے حال مین لکھا ہے کہ جامع دمشق مین تعلیم دیتے تھے، طریقہ یہ تھا کہ مسجد مین نماز صبح کے بعد لوگ جمع ہوتے، دس دس آدمیون کے حلقہ کی تعلیم کے لیے ایک قاری مقرر ہوتا۔ خود ٹہلتے رہتے، اور ہر حلقہ کی آواز پر کان لگائے رہتے، جب ضرورت ہوتی ٹوکتے، ایک مرتبہ شمار کیا گیا تو سولہ سو طالب العلم مسجد مین حاضر تھے! یہی حافظ ذہبی حضرۃ معاذ بن جبل کے ترجمہ مین ابومسلم خولانی کی روایت نقل کرتے ہین "کہ ایک مرتبہ حمص کی مسجد مین گیا تو دیکھا تیس صحابی جمع ہین، اور مسائل وعلوم پر مذاکرہ ہو رہا ہے"۔ غرضکہ مساجد کا مدارس وبیوت علم ہونا ایک ایسی تاریخی وعلمی حقیقت ہے کہ حاجت دلیل وبیان نہین۔ پھر حضرت امام مالک کیونکر کہہ سکتے ہین کہ مساجد مین رفع صوت ہر حال مین مکروہ ہے؟ علی الخصوص جبکہ انکے فقہ وابواب کا زیادہ تر دار ومدار حضرۃ عمر کے فتاوی وفرامین خلافۃ اور حضرۃ عبداللہ بن عمر کے علوم پر ہی، اصل یہ ہی کہ بہت سی غلطیان خاص مقامات وحالات کے حکم وفتاوی کو عام سمجھ لینے سے بھی متاخرین مین پیدا ہوگئی ہین، حضرت امام ابوحنیفہ رہ نے خاص جامع کوفہ کی نسبت فرمایا کہ محراب والے حصے مین نماز مکروہ ہے۔ کیونکہ انکے نزدیک وہ ٹکڑہ مغصوبہ تھا۔ لوگون نے اس سے عام طور پر کراہیۃ صلوٰۃ فی المحراب کا مسئلہ پیدا کر لیا، قازانی[۱] نے بدائع مین اسکی تصریح کی ہے اور مثال مین کہا ہی کہ اسیطرح امام مالک کی بہت سی باتین جو خاص مدینہ کی نسبت تھین۔ عام سمجھ لی گئین۔ یہان صلوٰۃ فی المحراب کے مسئلہ سے بحث نہین، صرف غلط فہمی کی ایک نظیر دکھلانا مقصود ہے۔

---

۱؎ صاحب بدائع الصنائع کے لقب کی نسبت لوگون کو بہت تشویش ہوئی ہی۔ صاحب تراجم حنفیہ نے لکھا ہی کہ اصل مین "کاشانی" ہوگا کاشان کی طرف منسوب۔ حالانکہ بات صاف تھی صاحب بدائع نسلاً تاتری ہین اور قازان تاتار کے رہنے والے تھے، جو آجکل روسی ممالک مین داخل ہی اصل مین یہ کاشان تھا۔ عربی مین قازان بولنے لگے۔ منہ

ممنوع ہے، بلکہ ایسے لوگون کا اخراج مسجد سے واجب ہے،

اور تائید اسکی اس واقعہ سے ہوتی ہو کہ جب حضرۃ عمرؓ نے ؁ مین مسجد نبوی کی از سر نو تعمیر و توسیع کی تو مسجد کے ایک گوشہ مین ایک چبوترہ بنایا اور لوگون سے کہا جس کسی کو بیٹھکر آپس مین بات چیت کرنی ہو یا شعر و اشعار وغیرہ کے لیے صحبت مقصود ہو تو اس کے لیے یہ جگہ ہے۔ سمہودی نے خلاصۃ الوفا مین یہ واقعہ لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرۃ عمر مسجد مین رفع صوت اور مذاکرہ و مجالستہ کے مخالف نہ تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کے لیے خاص طور پر اہتمام کیون کرتے؟ بلکہ وہ اس بات کو پسند نہین کرتے تھے کہ مسجد رسول مین بحضور قبر رسول چلا کر بلا ضرورت بات کیجائے اور اس طرح مقام رسالت کی تعظیم و احترام مطلوب شارع سے بے پروائی و غفلت کی بنیاد پڑے۔ اس لیے ایک گوشے مین چبوترہ بنا دیا کہ لوگون کی نماز مین بھی خلل نہین پڑیگا اور بوجہ بُعد وہ صورت بھی باقی نہ رہے گی جو حضور قبر قبر مبارک مین رفع صوت سے پیدا ہو جاتی ہو، اور یہین سے یہ بات بھی صاف ہوگئی، کہ حضرۃ امام مالک کا مذہب اس بارے مین کیا ہو؟ تو یہ جو حافظ عسقلانی نے لکھا ہے کہ مطلقاً منع حتی کہ درس و تدریس علم کے لیے بھی، تو در اصل یہ صرف مسجد نبوی کے ساتھ مخصوص ہو، امام مالک کا یہ مذہب نہین ہو کہ عام طور پر تمام مساجد مین درس و تدریس علم کیلیے بھی رفع صوت نہو، بلا شبہ انسے منقول ہو" انا اکرہ ذلک ولا اری فیہ خیرا" یعنی مین مکروہ رکھتا ہون کہ مسجد مین درس و تدریس علم ہو، لیکن یہ متعلق ہے صرف مسجد نبوی سے، اور جس سوال کے جواب مین انہون نے یہ کہا، وہ بھی مسجد نبوی ہی کے متعلق تھا، اور اسی لیے وہ ہمیشہ اپنے مکان پر درس حدیث و فقہ دیتے رہے، اور اسی بنا پر محدثین نے انکے اس طریق کو کمال ادب و تعظیم رسول کے سلسلے مین بیان کیا ہے نہ کہ بعنوان فقہ و احکام، ورنہ ظاہر ہے کہ عام طور پر مساجد مین درس و تدریس علم و رفع الصوت اذا کان للنصح والتذکیر کو وہ کیونکر مکروہ قرار دیسکتے ہین۔ جبکہ اس کثرت سے اجماعی شواہد نصاً و عملاً اس کے خلاف موجود ہین؟ آنحضرۃ اور خلفاء راشدین نے غنائم تک مسجد مین تقسیم کیے جو مستلزم رفع صوت و قال و قیل ہو، اور درس و تدریس علم کی تو کوئی جگہ بجز مسجد نبوی کے آنحضرۃ کے زمانہ مین تھی ہی نہین۔ حضرۃ عمر نے اپنی خلافت مین حکم دیا کہ تمام بلاد مفتوحہ مین مسجدین تعمیر کی جائین اور

جوان بھیڑون مین بمصداق و فی ناد یکم المنکر علانیہ نہ ہوتا ہو، اور مجرد رفع صوت کا تو کیا پوچھنا؟" تو گوئی خروسانِ شاطر بجنگ"، کے معاملہ کے بغیر تو ہمارے علماء کا کوئی مناظرہ مناظرہ ہی نہین، کوئی اسوقت جاکر اللہ کی عبادت گاہ کو دیکھے، تو بھنگر خانون اور خرابات کے ہنگامے اسکے شور و غل کے آگے مات ہین، پھر اس سے بھی بڑھکر یہ کہ جدل لسانی کا خاتمہ عموماً جدل بالید والجراب پر ہوتا ہی اور بسا اوقات نوبت مقدمون اور فوجداریون تک پہنچتی ہے، یہ ساری باتین آجکل کے مسلمانون کے مذہب مین جائز ہین، بلکہ از قبیل اعمال متبرکہ و شرعیہ علماء اسلام نہ ان کا رفع صوت ممنوع ہی، نہ گالی گلوج اور سر پھٹول۔ لیکن مسجد مین اصلاح ملت و بلاد اور حفظ حقوق ملک و قوم کے لیے جمع ہونا جائز نہین، کیونکہ مسجد مین پکار کر بات بھی نہ کرنی چاہیے۔ حضرۃ عمر نے اس سے روک دیا تھا! انا للہ و انا الیہ راجعون! کیا اس سے بھی بڑھکر "فیبقی ناس جھالٌ یستفتون فیفتون برائھم فیضلون ویُضلون" (رواہ البخاری عن ابن عمر) کا مصداق کوئی عہد جہل اور عصر فساد ہو سکتا ہے جسکا مسلمانون کو ابھی انتظار ہی؟ فقد جاء اشراطھا، فانی لھم اذ جاء تھم ذکراھم؟

## فصل

بعض اخبارات نے اس سلسلے مین یہ بھی لکھا ہو کہ" لوگون نے مقتولین حادثۂ دہلی کے لیے نماز جنازہ غائب پڑھی جو ہمارے مذہب مین جائز نہین" سو اسکی تحقیق بھی ضروری ہی، لیکن یہ تحریر بلا قصد بہت طولانی ہو گئی اسلیے اس بحث کو علیحدہ کر دیا گیا۔ کہ مستقلاً شائع ہو جائیگا،

## فصل

لکھنؤ کے بعض اخبارات مین اس معاملہ پر رائے زنی کی گئی ہے اور لکھا ہی کہ جناب مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی بھی اس سے متفق ہین۔ یعنی عدم جواز دخول ہنود فی المسجد سے، لیکن اس بارے مین انکا جو خط شائع کیا ہے اس مین جواز و عدم جواز کا کوئی تذکرہ نہین۔ صرف یہ لکھا ہے کہ مسلمانون کو ہر معاملہ مین چاہیے کہ احکام شرع کا اتباع کرین، اور اپنے اجتماعات وغیرہ مین کوئی بات ایسی نہ کرین جو شریعت کے

البتہ اگر آجکل کے علماء و واعظین کی مجالس قصص وحکایات وجدل فی المسجد و مکابرات کی نسبت سوال کیا جاے تو اس مین شک نہین کہ وہ نہ صرف رفع الصوت ممنوع مین داخل ہین بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ زمین کے ہر حصہ اور عمارت کی ہر چھت کے نیچے ناجائز ہین - صرف مسجد ہی پر موقوف نہین - عین ممبر مسجد پر بیٹھکر باہمدگر سب وشتم، تکفیر و تفسیق، اور تلعن وتنابز بالالقاب کیا جاتا ہی - جھوٹے قصے اور حکائتین اور مکذوب وموضوع روائتین سنائی جاتی ہین - ٹھیک مطربون اور گویون کی طرح گٹکریان لے لیکر گایا جاتا ہی محض مراء وجدل اور تنازع فی الدین کی نیت سے مناظرون اور مباحثون کی مجلسین منعقد کی جاتی ہین، اور درندون کی طرح امامت وممبر نشینی کا ایک مدعی دوسرے کی گردن پر خونخوارانہ ہاتھ بڑھاتا ہی - یہ ساری باتین تو مسلمانون کے لیے جائز ہین بلکہ عین مقاصد مسجد مین داخل، لیکن اگر مقاصد صالحہ وحسنہ سے غیر اوقات صلوۃ مین کوئی مجمع منعقد ہو اور اس مین نفع بلاد ورفاہ ملت وجلب مصالح ودفع مفاسد کے لیے تقریرین کی جائین تو بخاری کی روایت منع رفع الصوت والی فوراً یاد آجاتی ہے!

یکرہ ان یشرب من فضۃ     ولیسرق الفضۃ ان نالہا!

تمام اہل علم وسلف نے اتفاق کیا کہ جدل وتنازع فی الدین نہ صرف ممنوع ہی بلکہ منجملہ شدید ترین وسائل ضلالۃ امۃ وتحریف شریعۃ وضد ہدیٰ کے ہی اور آنحضرۃ صلعم نے فرمایا "ما ضل قوم بعد ھدی کانوا علیہ الا اوتو الجدل"، کوئی قوم ہدایت کے بعد گمراہی مین نہین پڑی مگر جدل سے، پھر یہ آیت پڑھی "ما ضربوہ لک الا جدلاً - بل ھم قوم خصمون" (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ عن ابی امامہ) تو بد قسمتی سے جدل وتنازع وتعمق فی الدین کا دروازہ اس امت پر بھی کھلا، اور اگر آج علوم ومدونات مقبولۂ امۃ کو دیکھا جاے تو کوئی گوشہ بھی اس فتنہ سے خالی نہین لیکن ضلالۃ جدل وتنازع کا علانیہ بدترین مقام ونمونہ وہ ہی جو آجکل مناظرہ ومباحثۂ مذہبی اور احقاق حق وتحقیق مسائل کے نام سے کیا جاتا ہی اور اسکی مجلسین عموماً مسجد ہی مین منعقد ہوا کرتی ہین - پھر ان مجلسون مین جو کچھ ہوا کرتا ہی معلوم ہے - زبان کی کوئی معصیت، اور حلق وصدا سے وقوع مین آنیوالا کوئی فسق ایسا نہین ہے

کہ کہین تہذیب و تعلیم کی برادری سے خارج نہ کردیے جائین۔ اب ہر شخص جو قلم پکڑ سکتا ہے چاہتا ہے کہ ہر تحریر مین قرآن کی ایک دو آیتین کسی نہ کسی طرح ضرور ہی کھپا دے، اگرچہ لفظاً تصحیف، معنیً تحریف اور استشہاداً غیر مربوط ہی کیون نہ ہو، اور یہ فتنہ پہلے فتنہ سے بھی اشد و اضر ہے تلك فتنة الدنيا وهذا فتنة الدين۔ پہلا فتنۂ عمل تھا جسکا نتیجہ فسق ہے۔ اور یہ فتنۂ علم و احکام ہے جسکا نتیجہ تحریف شریعت، اور مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِلَّآ اَمَانِيَّ کا حاکم و آمر شریعت و ملت بنجانا ہے۔ آج مسلمانون کا کوئی اخبار کوئی مجلس، کوئی کام ایسا نہین، جو اس فتنہ کا تماشا گاہ نہو، علی الخصوص اخبارات کا تو یہ حال ہو کہ انکا ہر نمبر کوئی نہ کوئی نئی مثال ضرور اپنے ساتھ لاتا ہو کوئی صاحب ایک لمبا چوڑا مضمون شائع کرتے ہین کہ احیاء ملت بذریعہ احیاء شریعت کرنی چاہیے اسکی صورت یہ ہے کہ علماء اسلام فرائض و واجبات شریعت مین چند نئی دفعات کا اضافہ کردین اور آپس مین پنچیت کرکے فتویٰ دیدین کہ نماز روزہ کی طرح ایجوکیشنل کانفرنس اور ندوہ و اہلحدیث کانفرنس کی شرکت بھی شرعاً فرض ہے۔ اور زکوٰۃ کی طرح انجمنون کی فیس ممبری بھی ہر مسلمان کو دینی چاہیے، کوئی صاحب دنیا بھر کی بدعتون اور بدعی محافل کا سر و سامان کر رہے ہین اور کہتے ہین کہ سیاسی مقاصد و مصالح سے ایسا کرنا بہت ضروری ہے۔ یہ وقت بدعۃ و سنتہ کے جھگڑے کا نہین ہے، انکی تحقیق مین مسلمانون کی پولیٹکل ترقی بغیر بدعات و فسوق کے اہتمام کے ہو ہی نہین سکتی۔ ایک صاحب تمام اخبارون مین اعلانات شائع کرتے ہین کہ اسلام کی قرار دی ہوئی دو عیدین، اور مسلمانون کی گڑھی ہوئی صدہا اعیاد و مواسم بھی قوم کی ترقی کے لیے کافی نہین۔ اسلیے ایک نئی عید کا اہتمام شروع کردینا چاہیے۔ دوسرے صاحب فتویٰ دیتے ہین کہ مساجد مین "مخلوط" مجالس جائز نہین، اور ہندؤن کو مسجد کے مجمعون مین بلانا تو اشد و اکبر معصیت ہے وغیر ذلك من اعجاب كل ذي راي برايه والاعتصام بالبدعة والاحداث في الدين۔ تو اس دینی انارکی اور مذہبی طوائف الملوکی سے تو شاید وہی پہلی حالت غنیمت تھی۔ شاید تبدیل حال و قیام امر کے لیے یہ درمیان کی بدنظمی اور

خلاف ہو، تو یہ حق ہے، اور اس سے کسی کو انکار نہین، تعجب ہی کہ اس اخبار کے ایڈیٹر نے مولانا ممدوح کے اس خط کو عدم جواز کے ثبوت مین کیون پیش کیا؟ میرے لیے یہ باور کرنا بہت مشکل ہی کہ مولانا ممدوح ایک ایسے معاملہ کو ناجائز بتلادین جسکے جواز پر تمام اہل علم کا اتفاق ہو چکا ہے اور علی الخصوص فقہاء حنفیہ کا مسلک تو اس مین معروف و مسلّم ہے، مجکو یقین ہے کہ انشاء اللہ انکا مسلک بھی یہی ہو گا، اور اختلاف طریق وصول الی الحق مین ہو سکتا ہے مگر حق مین نہین، اور تعدد رجال و افراد مین ہے۔ حقیقت مین نہین ہوسکتا، معہذا معلوم ہے کہ اصل کار نصوص و بصائر سے ہے، اور وہ جب موجود ہین تو پھر اور کسی بات کی احتیاج نہین۔

## فصل

خاتمۂ سخن مین ایک معاملہ کی طرف اشارہ ناگزیر ہے۔ یہ معلوم ہے کہ ہر گروہ کے دائرۂ نظر و فکر کے حدود ہین۔ ان حدود سے تجاوز نہین کرنا چاہیے، ہر گوشۂ علم و عمل مین ساری مصیبتین اسی اعتدا و تجاوز عن الحدود سے پیش آتی ہین۔ اخبار نویسی ایک عمدہ اور ضروری کام ہے۔ لیکن اسکے لیے یہ ضروری نہین کہ ہر اخبار نویس قضاء و افتاء کا کام بھی شروع کر دے، اس کام کو صرف ان لوگون کے لیے چھوڑ دینا چاہیے جنکا یہ کام ہے، اور جو اسکی صلاحیت رکھتے ہین، ایک زمانہ تھا جب شریعت و قرآن سے اغماض و اعراض روشن خیالی، اور سیاست دانی کی دلیل سمجھی جاتی تھی۔ لیکن اللہ نے اپنے بعض بندون کو توفیق دی اور انھون نے تقدیم و اتباع شریعت فی جمیع الاحوال والاعمال کی صدا دعوۃ بلند کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حالت پلٹی۔ اور شریعت و قرآن کے ذکر و استشہاد مین ویسی ہی مقبولیت و محبوبیت پیدا ہو گئی جیسی پہلے اعراض و انکار مین تھی، اور وہی تحریرین عوام و خواص مین مقبول ہونے لگین جو مذہبی رنگ مین لکھی گئی ہون۔ لیکن اب ایک دوسرا فتنہ پیدا ہو گیا ہے۔ پہلے اعراض و غفلت تھی۔ اب ادعاء و تکلم و تحکم بغیر علم ہے پہلے کوئی شریعت کا نام بھی نہین لیتا تھا، اب ہر شخص چاہتا ہے کہ شریعت کے بغیر بات نہ کرے اگرچہ شریعت کے علم و عمل سے بالکل بے بہرہ ہو پہلے قرآن کا نام لیتے ہوئے بھی لوگون کو شرم آتی تھی

بدحالی ضروری ہوا اور ممکن ہے کہ اس شورش کے بعد اصلی سکون وامن نمودار ہو۔ بہرحال حالات کی طرف سے تو بجز افزایش درد و اندوہ کے اور کوئی صدا نہین اٹھتی، اِلّا یہ کہ ہرحال مین اعتماد اللہ کے فضل وکرم اور بالآخر وعدۂ نصرۃ ویاوری شریعۃ وحفظ وصیانۃ ملۃ مرحومہ پر ہے۔ واللہ ناصر دینہ ورافع اعلام سنۃ رسولہ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ ھٰذا آخر ما تیسر لی من تسوید ھذہ العجالۃ مع توزع الخاطر وتشتت البال من تراکم الھموم وکثرۃ البلبال۔ وکان الفراغ من تسویدھا ضحیٰ نہار السبت لست بقیت من رجب المرجب سنہ ۱۳۳۷ھ حین کنت منفیاً من البلد ومحبوساً فی رانچی وانا الفقیر الی اللہ احمد کان اللہ لہ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔